سلسلہ مطبوعات 1
مسنون
حج وعمرہ
ایک مستند اور رہنما کتاب
www.KitaboSunnat.com
تالیف
فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ
ترجمہ
شہید اسلام امام العصر علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ
زیر اہتمام
مرکزی جمعیت اہل حدیث لاہور

مسنون

حج وعمرہ

ایک مستند اور رہنما کتاب

تالیف

فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ

ترجمہ

شہید اسلام امام العصر علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ

زیر اہتمام

مرکزی جمعیت اہل حدیث لاہور

طبع اول ۲۰۰۶ء

زیر اہتمام

رانا محمد نصر اللہ خاں ..... امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث لاہور

فہرست مضامین

❀❀❀

عرضِ ناشر

حج اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک ہے جو ہر صاحبِ استطاعت پر فرض کیا گیا ہے۔ استطاعت کے باوجود اس سے غفلت کرنا اور بلاوجہ سستی کا شکار ہونا اللہ تعالیٰ کی شدید ناراضی کا موجب ہے۔ جبکہ فریضہ حج سے عہدہ برآ ہونے پر بے پناہ اجر وثواب کی نوید سنائی گئی ہے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ جب انسان اپنے بہترین وسائل اور قیمتی وقت نکال کر جسمانی اور مالی قربانی دیتا ہے تو اس کا حج اور عمرہ عین سنتِ نبوی ﷺ کے مطابق ہونا چاہیے تاکہ اس کو حج مبرور کی سعادت حاصل ہو سکے۔

اس جذبے کے پیش نظر مرکزی جمعیت اہل حدیث لاہور نے مسنون حج اور عمرہ کے طریقے پر مشتمل اس بہترین کتاب کو شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جو کہ فضیلۃ الشیخ مفتی عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ نے مرتب کی ہے۔ جبکہ امام العصر حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ سو اس جذبے اور خلوص کے پیش نظر یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اور ہمارا عزم ہے کہ اس سلسلۂ اشاعت کو مزید ترقی دی جائے' اور اسلاف کی دیگر نایاب کتب کو بھی عوام الناس کے سامنے لایا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے اور اہل اسلام کے لیے نفع مند بنا دے۔

آمین یارب العالمین۔

رانا محمد نصر اللہ خاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

میری بڑی مدت سے خواہش تھی کہ حج و عمرہ پر ایک ایسی کتاب ترتیب دی جائے جو عام فہم ہونے کے ساتھ ساتھ مختصر بھی ہو' تاکہ عام لوگ اس سے فائدہ حاصل کرسکیں اور ساتھ ہی اس میں یہ اہتمام بھی کیا جائے کہ کوئی بات بلا دلیل اور کتاب وسنت سے ہٹ کر روایتی انداز میں نہ ہو۔

اپنی گوناں گوں مصروفیات کی بنا پر اپنے اس ارادہ کو کئی بار کوشش کے باوجود عملی جامہ نہ پہنا سکا، تا آنکہ ایک دفعہ مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب شیخ عبدالمحسن العباد نے اس کی طرف توجہ دلاتے ہوئے سعودی عرب کی انتہائی محترم شخصیت اور عالم اسلام کے نامور بزرگ، عالم دین جناب شیخ عبدالعزیز بن باز کی عربی تالیف "التحقیق لایضا لکثیر من مسائل الحج والعمرۃ والزیارۃ علی ضوء الکتاب والسنۃ" کا تذکرہ کیا اور ساتھ ہی خواہش بھی ظاہر کی کہ اگر ادارہ ترجمان اردو میں اس کے ترجمہ وطباعت کا بیڑا اٹھائے تو مدینہ یونیورسٹی اسے اپنے خرچ پر پاکستانی حجاج

میں مفت تقسیم کرنے پر آمادہ ہے تاکہ پاکستانی بھائی کتاب وسنت کے مطابق اپنے فریضہ حج وعمرہ کو ادا کرسکیں۔

میں نے فوراً اس پر صاد کیا اور اس خوبصورت تالیف کو اردو کے قالب میں ڈھال کر طبع کروا دیا کہ یہ کتاب مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی مکمل اور تمام مسائل حج وعمرہ پر مشتمل بھی ہے۔ رب العالمین اس کے فائدہ کو عام فرمائے۔ آمین!

احسان الٰہی ظہیر

(رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمۂ مؤلف

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ۔

امابعد! یہ ایک مختصر رسالہ ہے جسے میں نے کتاب وسنت کی روشنی میں حج وعمرہ کے مسائل پر تحریر کیا ہے اور میں نے اس میں کوشش کی ہے کہ کوئی بات بلا دلیل نہ لکھی جائے۔

اس کتاب کو پہلی مرتبہ مرحوم ومغفور، جلالت مآب سلطان عبدالعزیز آل سعود کے فرمانے پر ۱۳۶۳ھ میں بزبان عربی شائع کیا گیا۔

پھر میں نے اس میں کچھ اضافے کیے اور کچھ ایسے مسائل بھی ذکر کیے جن کا ذکر ناگزیر تھا اور اس کا نام ”التحقيق والايضاح لكثير من مسائل الحج والعمرة والزيارة على ضوء الكتاب والسنة“ رکھا اور دوبارہ اسے شائع کیا تاکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق اس سے مستفید ہو۔

بعد میں کچھ اور اہم اضافے کیے گئے اور چند ایسی چیزیں جو رہ گئی تھیں وہ بھی درج کر دی گئیں اور تب سے اب تک اس کے کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ میں بارگاہ ایزدی میں دعاگو ہوں کہ رب کریم اس رسالہ کے

مندرجات سے لوگوں کو فائدہ پہنچائے اور اس سلسلہ میں کی گئی کوشش کو قبول فرمائے اور اسے جنت میں داخلہ کا سبب بنائے کہ وہ چارہ ساز خلائق اور بہترین کارساز اور تمام قدرتیں اور طاقتیں بھی اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔

عبدالعزیز (ابن باز، رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ)
رئیس دارالافتاء والدعوۃ والارشاد البحوث العلمیہ۔
ریاض۔ سعودی عرب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبة الکتاب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی عَبْدِہٖ وَرَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

امابعد! یہ ایک مختصر رسالہ ہے جو حج، عمرہ اور ان کے فضائل اور آداب کے بارہ میں تحریر کیا گیا ہے کہ ایک عازم حج وعمرہ کو کیا کیا مسائل درپیش ہوتے ہیں اور اسے کس طرح حج، عمرہ اور زیارت سے عہدہ برآ ہونا چاہیے۔

میں نے اسے انتہائی اختصار کے ساتھ مگر واضح زبان میں کتاب وسنت کے دلائل کے ساتھ تحریر کیا ہے، تاکہ مسلمان اس سے مستفید ہوں رب ذوالجلال کا ہے: ﴿وَذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾

''آپ نصیحت کریں کہ نصیحت مومنوں کے لیے فائدہ مند ہے۔''

اور ارشاد باری ہے: ﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ لَتُبَیِّنُنَّہٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَکْتُمُوْنَہٗ﴾

''اور اللہ نے کتاب والوں سے وعدہ لیا ہے کہ وہ مسائل کتاب کو لوگوں کے لیے بیان کریں گے، چھپائیں گے نہیں۔''

اور ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ التَّقْوٰی﴾

''نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔''

اور جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ ثَلَاثًا قِیْلَ لِمَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ لِلّٰہِ وَلِکِتَابِہٖ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِھِمْ))

''دین خیر خواہی کا نام ہے: آپ نے تین مرتبہ یہی بات دہرائی، لوگوں نے پوچھا اللہ کے رسول کس کے لیے؟ فرمایا: اللہ کے لیے اسکی کتاب کے لیے اسکے رسول کے لیے ائمہ مسلمین اور عام اہل اسلام کے لیے۔''

طبرانی میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو مسلمانوں کے معاملات میں دلچسپی نہیں لیتا وہ مسلمانوں میں سے نہیں اور جو شام وصبح اللہ کی خاطر، اس کی کتاب کی خاطر، اس کے رسول کی خاطر، اس کے مقرر کیے ہوئے امام کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے خیر خواہی کے جذبات نہیں رکھتا وہ بھی مسلمانوں میں سے نہیں۔''

میں رب قدوس سے ملتجی ہوں کہ وہ مجھے اور مسلمانوں کو اس تحریر سے فیض یاب فرمائے اور اس میں صرف کی گئی کوششوں کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے اور اسے جنت الفردوس میں داخلہ کا ذریعہ بنائے۔ اِنَّہٗ سَمِیْعٌ مُّجِیْبٌ وَھُوَ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ○

حج وعمرہ کی فرضیت

اس مختصری تمہید کے بعد تمام لوگوں کو اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ اللہ رب العزت نے اپنے بندوں پر حج کو واجب قرار دیا اور اسے ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن ٹھہرایا ہے جیسا کہ کلام مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ۔"

"اللہ کی جانب سے ان لوگوں پر حج بیت اللہ فرض ہے جو زادِ راہ رکھتے ہوں اور جو منکر ہو تو اللہ جہان والوں سے مستغنی ہے۔"

اور بخاری اور مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ، شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ وَحَجِّ بَيْتِ اللّٰهِ الْحَرَامِ))

"اسلام پانچ چیزوں کا نام ہے: اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے اعتراف کا، نمازوں کے قائم کرنے کا، زکوٰۃ کی ادائیگی کا، رمضان کے روزے رکھنے کا اور بیت الحرام کے حج کرنے کا۔"

اور سعید اپنی سنن میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

''میں چاہتا تھا کہ تمام شہروں میں اپنے نمائندے بھیجوں تا کہ وہ معلوم کریں کہ جس نے بھی استطاعت کے باوجود حج نہیں کیا اس پر جزیہ (غیر مسلموں پر لگایا جانے والا ٹیکس) عائد کر دیا جائے کیونکہ ایسے لوگ ہرگز ہرگز مسلمان نہیں۔''

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا:

''جس نے استطاعت ہوتے ہوئے حج نہیں کیا، وہ چاہے یہودی ہو کر مر جائے چاہے عیسائی، یعنی اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔''

تو اس لیے ہر وہ شخص جس نے صاحب استطاعت ہوتے ہوئے حج نہیں کیا اسے چاہیے کہ وہ حج کے لیے فوراً روانہ ہو جائے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کا فرمان ہے:

((تَعَجَّلُوْا اِلَى الْحَجِّ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَا يَدْرِیْ مَا يَعْرِضُ لَهٗ))

(رواہ احمد)

''جلدی سے حج کی طرف لپکو کہ تمہیں معلوم نہیں کہ کل کیا ہو جائے گا۔''

اور اس لیے بھی کہ حج ہر اس شخص پر جو صاحب استطاعت ہو فوراً واجب ہو جاتا ہے جیسا کہ ''حج البیت'' والی آیت کا مفہوم ہے۔

اور مسلم شریف میں مروی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ سے بھی یہی معنی نکلتا ہے۔

((اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ عَلَیْکُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوْا))

"لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے پس حج کے لیے نکلو۔"

بہت سی احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عمرہ بھی حج ہی کی طرح مسلمانوں پر واجب ہے' ان میں سے ایک وہ حدیث ہے جسے ابن خزیمہ اور سنن دار قطنی میں روایت کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے جواب میں ارشاد فرمایا جبکہ انہوں نے اسلام کے بارہ میں آپ سے سوال کیا تھا تو آپ ﷺ نے جواباً فرمایا:

((اَلْإِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَتُقِیْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِیَ الزَّکٰوةَ وَتَحُجَّ الْبَیْتَ وَتَعْتَمِرَ وَتَغْتَسِلَ مِنَ الْجَنَابَةِ وَتُتِمَّ الْوُضُوْءَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ))

"اسلام یہ ہے کہ تو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرے اور زکوۃ ادا کرے، وضو درست کرے اور مکمل کرے اور رمضان کے روزے رکھے۔"

امام دار قطنی نے اس حدیث کی سند کو صحیح اور ثابت قرار دیا ہے۔

ایک اور حدیث جو ابن ماجہ اور مسند احمد میں صحیح سند کے ساتھ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، اس سے بھی عمرہ کی فرضیت ثابت ہوتی ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ نبی ﷺ سے پوچھا، اے اللہ کے رسول! کیا عورتوں پر بھی جہاد فرض ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا:

((عَلَيْهِنَّ جِهَادٌ لَا قِتَالَ فِيهِ، اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ))
''ہاں! ان پر جہاد ہے لیکن ایسا جہاد جس میں لڑائی نہیں اور وہ ہے حج اور عمرہ۔''

حج اور عمرہ زندگی میں ایک ہی دفعہ فرض ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ سے حدیث صحیح میں مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ((الحج مرۃ فمن زاد فھو تطوع)) ''حج ایک دفعہ فرض ہے باقی دفعہ نفل۔''

ہاں نفلی حج وعمرہ کے لیے بار بار جانا مسنون ہے جیسا کہ بخاری ومسلم میں ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا:

((اَلْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِّمَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ))
''ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک کیے جانے والے تمام گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مقبول کی جزا جنت کے سوا اور کچھ نہیں۔''

قاصد حرم کے لیے ابتدائی ضروری چیزیں

جب کوئی مسلمان حج یا عمرہ کے سفر کا ارادہ کرے تو اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے گھر والوں اور احباب کو تقویٰ اور پرہیز گاری کی نصیحت کرے کہ رب العالمین کے احکام کو مانیں اور جن چیزوں سے اس نے روکا ہے اس سے اجتناب کریں اور اسے چاہیے کہ اپنے لین دین کے بارہ میں

وصیت کر جائے اور کسی کو اس پر گواہ بھی بنا لے۔

ایسے مسافر پر واجب ہے کہ وہ سفر سے پیشتر اپنے گناہوں کی معافی مانگے اور پختہ توبہ کرے کیونکہ ارشاد باری ہے:

﴿وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

"اللہ سے توبہ چاہو اے مومنو تا کہ تم فلاح پاؤ۔"

اور حقیقی توبہ یہ ہے کہ گناہوں سے مکمل کنارہ کشی اختیار کی جائے اور جو گناہ سرزد ہو گئے ان پر پشیمانی کا اظہار کیا جائے اور پھر اس بات کا پختہ عزم کیا جائے کہ آئندہ کبھی بھی ان کا ارتکاب نہیں کرے گا۔

توبہ کے ساتھ ساتھ قاصد حرم کو یہ بھی چاہیے کہ وہ لوگوں کے حقوق ادا کر کے جائے، جس سے چھینا جھپٹی کی ہو اسے لوٹا کر جائے اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہے، آپ نے فرمایا: "جس کسی نے کسی بھائی کا حق مار کر مال و آبرو چھینی وہ آج ہی اس کا قرضہ چکا دے، قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس دن نہ دینار ہوگا نہ درہم بلکہ اس سے اس کے ظلم کے مطابق اگر اس کی نیکیاں ہوئیں تو نیکیاں لے لی جائیں گی اور اگر نیکیاں نہ ہوئیں تو مظلوم کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی۔"

عازم حج وعمرہ کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ حج وعمرہ کے لیے حلال مال سے پاکیزہ خرچ لے کر چلے کیونکہ ارشاد نبوی ہے:

((إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا))

"اللہ پاک ہے اور پاک ہی کو قبول کرتا ہے۔"

اور امام طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص پاک کمائی سے حج کے لیے نکلتا ہے اور پکارتا ہے: لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ (حاضر ہوں میں اے اللہ! حاضر ہوں) تو اس کے جواب میں آسمان سے آواز دینے والا آواز دیتا ہے "لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ" تیرا زادِ سفر پاک، تیری سواری حلال اور تیرا حج مقبول۔ اور جب کوئی پلید اور ناپاک کمائی سے حج کے لیے روانہ ہوتا ہے اور آواز بلند کرتا ہے "لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ" تو آسمان سے ندا آتی ہے، نہ لبیک نہ سعدیک، تیری کوئی حاضری نہیں، تیرا زادِ راہ حرام، تیرا خرچ ناپاک، اور تیرا حج نا مقبول۔"

اور قاصد حرم کو لوگوں کے مال سے مستغنی اور لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے اس لیے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"جو اللہ سے عفت طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی عفت محفوظ رکھتا ہے اور جو مستغنی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسے غنی فرما دیتا ہے۔"

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سائل اور گداگر قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے چہرہ پر کوئی گوشت نہ ہوگا۔"

زائر حرم کا حج وعمرہ سے مقصد صرف رضائے الٰہی کا حصول اور آخرت

کی بھلائی ہونا چاہیے کہ ان مقدس مقامات پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسند اقوال واعمال سے رب کا تقرب حاصل کیا جائے، اس سفر کا محرک دنیائے دُوں یا ریا کاری اور جھوٹی اور عارضی شہرت قطعاً نہ ہو کہ اس سے بدتر اور کوئی چیز نہیں اور نہ ہی اعمال کو تباہ کرنے والی کوئی اور شے۔ خود رب قدوس کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

''جو شخص (اپنے نیک اعمال کے بدلہ میں) محض حیات دنیوی (کا نفع) اور اس کی زینت چاہتا ہے تو ہم اس کو دنیا میں ہی ان کا بدلہ چکا دیتے ہیں اور اس میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ یہی ایسے لوگ ہیں کہ جن کے لیے آخرت میں جہنم کے سوا کچھ نہیں اور جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہ سب کچھ ناکارہ محض ہو گیا اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اس کا کچھ بھی فائدہ نہیں۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا۔ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ

مَّشْكُورًا﴾

''جو شخص دنیا میں ہی نفع چاہے تو ہم اسے دنیا میں جتنا چاہیں جس کے لیے چاہیں دے دیں گے' پھر ہم اس کا ٹھکانہ جہنم بنا دیں گے تا کہ وہ اس میں ذلیل وخوار ہو کر داخل ہو اور جو آخرت کا طلب گار ہو اور اس کی خاطر جدوجہد کرے اور وہ مومن بھی ہو تو ایسے ہی لوگ ہیں جن کی کاوش بارگاہ صمدانی میں مقبول ومشکور ہے۔''

اور حدیث قدسی ہے، نبی اکرم ﷺ روایت فرماتے ہیں کہ ارشاد ربانی ہے: ''میں ہر قسم کے اشتراک سے بالا تر ہوں' جس نے کسی بھی عمل میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرایا تو میں اسے بھی اور اس کے شریک کو بھی چھوڑ دیتا ہوں۔''

زائرِ حرم کو سفر مقدس میں متقی، پرہیز گار، اہل علم اور اطاعت گذار لوگوں کی رفاقت اختیار کرنا چاہیے اور برے اور کم عقل لوگوں کی رفاقت سے بچنا چاہیے۔ نیز اسے چاہیے کہ وہ حج اور عمرہ میں درپیش مسائل کو اچھی طرح سمجھ لے اور جن مسائل کے سمجھنے میں اسے دشواری ہو تو ان کے بارہ میں کسی عالم سے رجوع کرے تا کہ وہ اپنے فریضہ کو بخیر وخوبی اور بکمال وتمام ادا کر سکے۔

جب کسی سواری پر سوار ہونے لگے خواہ وہ اونٹ ہو یا گاڑی، کار ہو یا ہوائی جہاز یا کچھ اور تو بسم اللہ پڑھ کر اولین مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر یہ قرآنی دعا پڑھے' کیونکہ یہ دعا مسلم شریف میں نبی ﷺ سے مروی ہے۔

﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ○ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ فِیْ سَفَرِیْ هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى، اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ، وَالْخَلِيْفَةُ فِی الْاَهْلِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَعْثَآءِ السَّفَرِ، وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَهْلِ ○﴾

اس کے علاوہ دوران سفر کثرت سے ذکر واذکار اور توبہ واستغفار میں مشغول رہے۔ نیز رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی وزاری اور قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے معانی ومطالب میں غور وفکر کرتا رہے۔ نماز باجماعت کی پابندی کرے اور اپنی زبان کو فضولیات اور لغویات نیز ہنسی مذاق وغیرہ جیسی ناپسند حرکات رہے اور جھوٹ، غیبت، ٹھٹھے سے بچا رہے اپنے رفقائے سفر کے ساتھ حسن سلوک اور نیکی کرے، کسی کو دکھ نہ دے، نیکی کی تلقین کرے برائی سے روکے اور اس بارہ میں حکمت اور خوش اسلوبی کو ہاتھ سے نہ چھوڑے۔

میقات پر پہنچ کر حاجی کیا کرے

قاصد حرم جب میقات پر پہنچ جائے تو مستحب یہ ہے کہ وہ غسل کرے اور خوشبو لگائے جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ احرام کے وقت آپ نے سلے ہوئے کپڑے اتار دیے اور غسل فرمایا۔

اور بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام کے لیے احرام سے قبل اور احرام کھولتے ہوئے طواف کعبہ سے قبل خوشبو لگایا کرتی تھی۔

نیز یہ بھی مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین رضی اللہ عنہا کو ایام حیض میں جبکہ وہ عمرہ کا احرام باندھے ہوئے تھیں، حکم دیا کہ وہ غسل کر لیں اور حج کا احرام باندھ لیں۔

اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو حکم دیا جبکہ ذوالحلیفہ میں ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا' کہ وہ غسل کر لیں، مضبوطی سے کپڑا باندھ لیں اور احرام کی نیت کر لیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت اگر میقات پر پہنچنے کے وقت حالت حیض یا نفاس میں ہو تو اسے غسل کر کے عام لوگوں کے ساتھ ہی احرام باندھ لینا چاہیے اور وہ تمام اعمال کرنے چاہئیں جو قاصدین حرم کرتے ہیں سوائے کعبۃ اللہ کے طواف کے، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو حکم دیا۔

اور احرام باندھنے والے کے لیے یہ بھی مستحب ہے کہ احرام سے پہلے حجامت بنوالے، ناخن کٹوالے اور زیر ناف اور زیر بغل صفائی کر لے تا کہ احرام باندھنے کے بعد اس کی ضرورت پیش نہ آئے کیونکہ احرام باندھ کر ایسا کرنا ناجائز ہے اور باقی تمام اوقات میں اس کی اجازت ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: پانچ چیزیں فطرت سے تعلق رکھتی ہیں: ختنہ، زیر ناف صفائی، مونچھیں

کترانا، ناخن کٹوانا اور زیر بغل بال اکھاڑنا۔''

اور صحیح مسلم میں حضرت انس سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا: تمہارے لیے وقت مقرر کیا گیا ہے کہ تم مونچھیں کتروانے، ناخن کٹوانے اور زیر بغل وزیر ناف بالوں کی صفائی میں چالیس دن سے تجاوز نہ کرو۔

نسائی شریف، مسند احمد، سنن ابی داؤد اور ترمذی میں یہ بات نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب ہے❶۔ وَقَّتَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ کہ چالیس دن کی قید خود رسول اکرم ﷺ نے لگائی ہے۔

احرام باندھتے وقت سر کے بالوں کو کٹوانا درست نہیں' نہ مردوں کے لیے اور نہ ہی عورتوں کے لیے۔

جہاں تک داڑھی کا تعلق ہے تو اس کا منڈوانا یا کتروانا تمام اوقات میں ممنوع ہے بلکہ اس کے برعکس اس کا بڑھانا اور اصل حالت پر چھوڑ دینا واجب ہے' جیسا کہ بخاری ومسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مشرکوں کی مخالفت کرو، داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کٹواؤ۔''

اور صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مونچھیں کٹواؤ اور داڑھی بڑھاؤ اور مجوسیوں کی مخالفت کرو!'' مگر وائے افسوس کہ آج کے دور میں اکثر لوگ اس سنت کے مخالف ہو گئے' داڑھی ترک کر بیٹھے اور داڑھی منڈوا کر کافروں اور عورتوں کے مشابہ ہونے

---

❶ ثابت ہے ترجمہ زیادہ موزون ہے (ارتری)

لگے، خصوصاً ان لوگوں پر تعجب ہے جو اہل علم اور تعلیم ہیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن! رب العالمین ہمیں اور تمام مسلمانوں کو سنت کی اتباع اور اس کی موافقت کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اس کی طرف دعوت دینے کی ہمت بخشے اگرچہ عام لوگ اسے فراموش کر بیٹھے۔

حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ.

احرام باندھتے ہوئے مرد ایک چادر اوپر اوڑھے، دوسری نیچے باندھے اور بہتر یہ ہے کہ دونوں چادریں صاف اور سفید ہوں اور احرام باندھتے ہوئے مستحب ہے کہ پاؤں میں جوتے رکھے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "وَلْیُحْرِمْ اَحَدُکُمْ فِیْ اِزَارٍ وَرِدَاءٍ وَ نَعْلَیْنِ" اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔

عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ جیسے کپڑوں میں چاہے احرام باندھ لے، سیاہ ہوں یا سبز یا کوئی اور، ہاں! اس بات کا خیال رکھا جائے کہ عورت کا لباس مردوں کے لباس جیسا نہ ہو۔

بعض لوگوں نے عورت کے لیے سیاہ یا سبز لباس احرام کی صورت میں لازم قرار دیا ہے، یہ درست نہیں۔

غسل وغیرہ اور احرام کی چادریں یا لباس پہننے کے بعد چاہیے کہ دل سے اس عبادت کی نیت کی جائے جس کا اس نے ارادہ کر رکھا ہے، یعنی حج یا عمرہ، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

"اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جس

کی اس نے نیت کی۔"

اور پھر اس نیت کو الفاظ کے سانچے میں ڈھال کر ادا کرے، مثلاً اگر عمرہ کی نیت کی ہے تو کہے: "لَبَّيْكَ عُمْرَةً! يا اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ عُمْرَةً!"

اور اگر حج کی نیت ہو تو کہے: "لَبَّيْكَ حَجًّا! يا اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ حَجًّا!" اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے اسی طرح کیا ہے!

اور بہتر اور افضل یہ ہے کہ یہ الفاظ سواری پر سوار ہونے کے بعد ادا کرلے چاہے وہ سواری جانور ہو یا گاڑی وغیرہ، اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے میقات سے سواری پر سوار ہوتے کے بعد ہی بلند آواز سے الفاظ کہے تھے۔ یہاں یہ بھی یاد رہے کہ الفاظ کے ساتھ نیت احرام کے سوا اور کسی جگہ درست نہیں ہے اور نہ ہی نبی اکرم ﷺ سے سوائے احرام کے کسی اور جگہ ثابت ہے۔

نماز اور طواف وغیرہ میں الفاظ کے ساتھ نیت قطعاً صحیح نہیں، کہ میں نماز پڑھتا ہوں فلاں یا اتنی رکعت وغیرہ، یا طواف کرتا ہوں، وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ ان الفاظ کے ساتھ نیت بدعت ہے اور اس کا بلند آواز سے کرنا اور زیادہ قبیح اور ناپسندیدہ عمل ہے کیونکہ اگر ایسی نیت جائز ہوتی تو رسول کریم ﷺ اسے ضرور بیان فرماتے اور امت کے لیے اپنے قول وفعل سے اس کی وضاحت فرماتے اور نہ ہی یہ سلف صالحین سے منقول ہے۔

نبی اکرم ﷺ سے اس کا منقول نہ ہونا اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس کا روایت نہ کیا جانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ بدعت ہے اور نبی

کریم ﷺ نے فرمایا: ((شَرُّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلٰلَةٌ))
''بدترین کام وہ ہیں جو خود تراشے جائیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔'' اس حدیث کو امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔

فصل

میقات کے بیان میں!

میقات:

میقات اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سے احرام باندھا جاتا ہے۔
احرام باندھنے کے مقامات پانچ ہیں۔

1. ''ذوالحلیفہ'' جسے آج کل ''ابیار علی'' کہا جاتا ہے' یہ مدینہ منورہ کے رہنے والوں کے لیے میقات ہے۔
2. ''جحفہ'' یہاں سے اہل شام احرام باندھیں، جحفہ اس ویران بستی کا نام ہے جو ''رابغ'' کے پاس واقع ہے۔ آج کل لوگ ''رابغ'' ہی سے احرام باندھتے ہیں اور یہاں سے احرام باندھنا درست بھی ہے کیونکہ یہ جحفہ سے تھوڑے سے فاصلہ پر ہے۔
3. ''قرن المنازل'' یہ اہل نجد کے احرام باندھنے کی جگہ ہے۔ اسے ''سیل'' بھی کہا جاتا ہے۔

❹ ''یلملم'' یہ اہل یمن کے احرام کے لیے مقرر ہے۔

❺ ''ذات عرق'' یہ اہل عراق کے لیے میقات ہے۔

یہ وہ مقامات ہیں جنھیں نبی اکرم ﷺ نے عمرہ یا حج کی خاطر آنے والوں کے لیے میقات ٹھہرایا ہے' چاہے وہ ان ممالک یا شہروں سے آئیں' جن کا ذکر ہوا یا ان سے دور' ان اطراف کے ممالک سے آئیں' بنا بریں جو بھی ان مقامات سے گزرے اور اس کا ارادہ حج وعمرہ کا ہو تو اس پر واجب ہے کہ ان مقامات سے احرام باندھ لے کیونکہ یہاں سے بغیر احرام کے گزرنا حرام ہے، چاہے زمینی راستہ سے گزرے یا فضائی اور سمندری راستے سے' اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے: ((هُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ اَتٰى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ اَهْلِهِنَّ مِمَّنْ اَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ))

''یہ مقامات ان ممالک کے لیے ہیں جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے
اور ان سے دور کے ممالک کے لیے بھی میقات ہیں ہر اس شخص
کے لیے جو حج یا عمرہ کے ارادہ سے آئے۔''

ہوائی جہاز کے ذریعہ حج وعمرہ کی خاطر آنے والے کو چاہیے کہ وہ طیارہ میں سوار ہونے سے پیشتر ہی غسل وغیرہ کر لے اور جب احرام کے لیے مقررہ مقام یعنی میقات کے قریب پہنچے تو احرام کی چادریں پہن کر حج یا عمرہ کی نیت سے تلبیہ کہہ لے۔

اگر کسی نے سوار ہونے سے پیشتر ہی احرام کی چادریں پہن لیں تب

بھی کوئی حرج نہیں' البتہ نیت اور تلبیہ میقات کے قریب آ کر ہی کرنا چاہیے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے احرام میقات سے آ کر ہی کیا ہے اور امت کے لیے واجب ہے کہ وہ ہر معاملہ میں آپ ﷺ کی پیروی ہی کرے جیسا کہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ اور خود نبی اکرم ﷺ نے بھی حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا ہے:

((خُذُوْا عَنِّي مَنَاسِكَكُمْ)) ''مجھ سے حج کے اعمال سیکھ لو۔''

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اگر کوئی شخص مکہ مکرمہ کی طرف حج وعمرہ کی نیت سے نہیں بلکہ کسی اور مقصد کی خاطر جا رہا ہے' مثلاً تجارت کے لیے یا ڈاک وغیرہ لے کر یا کسی اور کام سے تو اسے احرام باندھنا ضروری نہیں، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے یہ تو صرف اس کے لیے ضروری قرار دیا ہے جو حج وعمرہ کے ارادہ سے جا رہا ہو اور جس کا ارادہ یہ نہ ہو، تو (حدیث سے یہی مفہوم نکلتا ہے کہ) اس کے لیے احرام ضروری نہیں۔ وگرنہ اس سے امت پر بڑی دشواری ہو جاتی اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے دن جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ نے احرام نہیں باندھ رکھا تھا بلکہ اس دن آپ نے سر اقدس پر خود پہن رکھا تھا کیونکہ تب آپ کا ارادہ حج وعمرہ کا نہیں بلکہ مکہ کی فتح اور اسے شرک وبت پرستی سے پاک کرنے کا تھا۔

یہ مسئلہ ان کے لیے تھا جو میقات سے باہر یا دور ونزدیک رہتے ہیں' لیکن وہ لوگ جو میقات سے اندر رہتے ہیں جیسے ''جدہ'' ''ام السلم'' ''بحرہ''،

بدر اور ''مستورہ'' وغیرہ کے رہنے والے لوگ، تو ان کے لیے مقامات احرام پر جانا شرط نہیں بلکہ انہیں اپنے اپنے گھروں سے ہی احرام باندھنا چاہیے کہ وہی ان کے لیے میقات کا حکم رکھتے ہیں، ہاں اگر کسی کا دوسرا گھر میقات سے باہر ہے تو اسے اختیار ہے چاہے تو میقات سے جا کر احرام باندھے یا وہیں سے کیونکہ نبی ﷺ نے اجازت دی ہے کہ میقات سے اندر رہنے والے اپنے گھروں سے ہی احرام باندھیں حتی کہ آپ نے فرمایا:

((حَتّٰی اَھْلُ مَکَّۃَ یُھِلُّوْنَ مِنْ مَّکَّۃَ))

''مکہ والے مکہ ہی سے احرام باندھیں۔''

اس حدیث کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے۔

اس جگہ یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اہل حرم حج کے لیے تو حرم ہی سے احرام باندھیں گے' لیکن عمرہ کے لیے انہیں حدودِ حرم سے باہر جا کر احرام باندھنا ہوگا، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب مکہ مکرمہ میں عمرہ کا ارادہ کیا تو نبی ﷺ نے ان کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن کو حکم دیا کہ وہ انہیں حدود حرم سے باہر لے جا کر احرام بندھوا لائیں' اس حدیث نے حضرت ابن عباس والی مقدم الذکر حدیث کے معانی کو واضح کر دیا کہ اہل مکہ حج کے لیے احرام مکہ مکرمہ سے باندھیں گے اور عمرہ کے لیے حدود حرم سے باہر جا کر اور اکثر علماء کا بھی یہی خیال ہے اور یہی محتاط بات ہے اس کے علاوہ دونوں احادیث پر عمل بھی ہو جاتا ہے۔

یہاں اس چیز کا ذکر بھی بے محل نہ ہوگا کہ بعض لوگ حج کی ادائیگی

کے بعد بار بار ''تنعیم'' یا ''جعرانہ'' سے عمرہ کے لیے احرام باندھ کر آتے اور عمرہ کرتے ہیں، انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے' بلکہ اس کے برعکس یہ بات ثابت ہے کہ خود نبی اکرم ﷺ اور ان کی صحابہ رضی اللہ عنہم نے حج کے بعد کوئی عمرہ نہیں کیا اور بہتر وہی بات ہے جو نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہو اور جہاں تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ''تنعیم'' سے عمرہ کا تعلق ہے تو یہ ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حج سے پہلے حیض آجانے کی بنا پر عمرہ نہیں کر سکی تھیں اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے اجازت چاہی تھی کہ وہ اس عمرہ کے بدلہ میں، جس کا احرام انہوں نے میقات سے باندھا تھا، دوسرا عمرہ کرنا چاہتی ہیں تو اس پر نبی ﷺ نے انہیں ''تنعیم'' سے عمرہ کی اجازت بخشی تھی، وگرنہ عمرہ تو ان کا حج کے ساتھ پہلے ہی ہو چکا تھا۔ ہاں اگر کوئی عورت انہی حالات سے دو چار ہو کر حج سے پہلے بیت اللہ کا طواف نہ کر سکے تو اس کے لیے اجازت ہے کہ وہ حج کے بعد عمرہ ادا کرے جس طرح کہ سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کیا تھا وگرنہ حج کے بعد دوسرا عمرہ ہر شخص کے لیے مشقت کا باعث ہو سکتا ہے اور سخت بھیڑ اور کثرت اژدہام سے کسی حادثہ کا بھی سبب بن سکتا ہے اور پھر اس میں نبی ﷺ کی سنت کی بھی مخالفت ہے اور کام وہی کرنا چاہیے جو سنت کے مطابق ہو۔

○○○

جو موسم حج کے علاوہ میقات پر پہنچے' اس کا حکم

عازم کعبہ جب مقامات احرام تک پہنچتا ہے تو یا تو وہ غیر حج کے مہینوں میں پہنچتا ہے یا حج کے مہینوں میں۔

غیر حج کے مہینوں، شعبان رمضان وغیرہ، میں پہنچنے والے کے لیے سنت طریقہ یہ ہے کہ وہ عمرہ کا احرام باندھے، دل سے نیت کرے اور زبان سے اظہار کرے: "لَبَّيْكَ عُمْرَةً" یا اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ عُمْرَةً"! پھر وہ تلبیہ پکارے جو آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے۔

"لَبَّيْكَ۔ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ۔ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ۔ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ۔"

پھر اسے چاہیے کہ اس راستہ میں کثرت سے اس تلبیہ کو پکارے اور بیت اللہ تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے۔ بیت اللہ پہنچ کر تلبیہ ختم کر دے۔ رب کے گھر کے گرد سات چکر لگائے، مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نفل ادا کرے' پھر کوہ صفا پر آئے اور وہاں سے صفا ومرہ کے سات چکر لگائے، پھر سر کے بال منڈوائے یا کٹوائے، اس طرح اس کا عمرہ مکمل ہو جاتا ہے اور وہ حلال ہو جاتا ہے اور اس پر وہ تمام چیزیں حلال ہو جاتی ہیں جو احرام سے حرام ہوئی تھیں۔

اگر عازم کعبہ حج کے مہینوں میں میقات تلک پہنچے یعنی شوال ذی قعد اور ذی الحج کے دس دنوں میں تو اسے تین چیزوں کا اختیار ہے۔

اول: صرف حج کا احرام باندھے۔

دوم: صرف عمرہ کا احرام باندھے۔

سوم: حج اور عمرہ دونوں کی اکٹھی نیت کرے۔

کہ نبی کریم ﷺ جب حجۃ الوداع کے موقع پر ذی القعدہ میں میقات پر پہنچے تو آپ نے اپنے صحابہ کو ان ہی تینوں کا اختیار دیا تھا۔

اگرچہ اس کے حق میں بھی سنت طریق یہی ہے کہ اگر قربانی اس کے ساتھ نہ ہو تو یہ بھی عمرہ کا ہی احرام باندھے اور اسی طرح کرے جس طرح غیر حج کے مہینوں میں پہنچنے والا کرتا ہے اور نبی اکرم ﷺ نے بھی اپنے صحابہ کو' جبکہ وہ مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ چکے تھے' یہی حکم دیا تھا کہ جس کے پاس بھی قربانی کا جانور نہیں وہ اپنے احرام کو عمرہ کے احرام میں تبدیل کر لے اور صحابہ ﷺ نے حضور ﷺ کے فرمان کو تسلیم کرتے ہوئے ایسا ہی کیا تھا اور طواف وسعی کے بعد حلال ہو گئے تھے، ماسوا ان لوگوں کے جن کے پاس قربانی تھی کہ حضور ﷺ نے انہیں احرام باندھے رکھنے اور یوم النحر کے دن احرام کھولنے کا حکم دیا تھا۔

جو شخص حج کے لیے قربانی گھر سے لے کر چلے اس کے لیے سنت طریق یہ ہے کہ وہ حج اور عمرہ کی اکٹھی نیت کر کے احرام باندھے کہ آنحضرت ﷺ نے بھی اسی طرح کیا تھا۔ کیونکہ آپ بھی قربانی کے جانور ساتھ لے کر آئے تھے اور آپ نے اپنے ان صحابہ کو بھی یہی حکم دیا تھا جو قربانیاں ساتھ لائے تھے' پھر درمیان میں حلال ہوئے بغیر قربانی کے دن ہی

احرام کھولا تھا' اسی طرح وہ شخص بھی جو قربانی کا جانور ساتھ لے کر آئے اور صرف حج کی نیت سے احرام باندھے، اس کے لیے بھی ضروری ہے کہ یوم النحر تک اپنا احرام نہ کھولے۔

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ اگر کسی نے صرف حج کا احرام باندھا ہو، یا حج وعمرہ کا اکٹھا احرام باندھا ہو اور قربانی کا جانور ساتھ نہ لایا ہو تو اس کے لیے سنت یہی ہے کہ وہ اپنے احرام کو صرف عمرہ میں تبدیل کر لے۔ پھر طواف وسعی کر کے بال کٹوا کر حلال ہو جائے جس طرح کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے ان تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا جو قربانی ساتھ نہ لائے تھے۔ ہاں اگر کسی کو اس طرح حج فوت ہو جانے کا خدشہ ہو تو وہ اپنے پہلے احرام پر باقی رہ سکتا ہے۔ واللہ اعلم!

اگر احرام باندھنے والا احرام باندھتے ہوئے یہ محسوس کرتا ہو کہ شاید بیماری یا دشمن یا کسی اور وجہ سے وہ مکہ پہنچ بھی سکے گا یا نہیں تو اسے چاہیے کہ احرام باندھتے وقت یہ نیت کر لے کہ اگر کوئی رکاوٹ درپیش نہ ہوئی اور اگر کوئی رکاوٹ آ گئی تو میرا احرام وہیں تک ہے جہاں پر رکاوٹ پیش آئے جیسا کہ ضباعۃ بنت الزبیر رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ثابت ہے۔

انہوں نے کہا: ''اللہ کے رسول! میں حج کرنا چاہتی ہوں لیکن بیمار ہوں'' آپ نے فرمایا ''نیت کر لے کہ اگر بیماری نے راستہ میں ہی لاچار کر دیا تو میں وہیں سے لوٹ آؤں گی۔''

اس حدیث کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے اور اس شرط کا فائدہ یہ

ہے کہ اگر راستہ میں کوئی ایسا عذر درپیش ہو جائے تو احرام کھولنا جائز ہے اور اس کی کوئی تعزیر یا فدیہ نہیں۔

چھوٹے بچے کا حج

چھوٹے بچے اور چھوٹی بچی کا حج درست ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے اپنا چھوٹا بچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر کے کہا: ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ان کا حج درست ہے'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: ''ہاں! اور تمہیں اس کا اجر ملے گا۔''

اور بخاری شریف میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے: ''مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کروایا گیا جبکہ میری عمر صرف سات سال تھی۔''

لیکن یہ ملحوظ رہے کہ بچپنے کے حج سے فرضی حج ادا نہیں ہوتا، اسی طرح غلام اور لونڈی بھی اگر غلامی میں حج کریں تو حج تو درست ہے لیکن فریضہ ادا نہیں ہوتا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جسے حضرت ابن عباس سے ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس بچے نے حج کیا پھر وہ بالغ ہو گیا تو اسے دوبارہ فریضہ حج ادا کرنا ہوگا۔ اسی طرح غلام اگر اس نے غلامی میں حج کیا پھر آزاد ہو گیا تو ادائیگی فرض کے لیے اسے دوبارہ حج کرنا ہوگا۔''

پھر اگر بچہ اور بچی بہت چھوٹے ہوں تو ان کے ماں باپ ان کی طرف سے احرام کی نیت کریں گے اور تلبیہ کہیں گے اور لڑکے کو اسی طرح بن سلے کپڑے پہنائے جائیں گے جس طرح بڑا پہنتا ہے اور لڑکی عورتوں کی مانند احرام باندھے اور انہیں بھی وہ تمام کام ممنوع ہوں گے جو حالت احرام میں بڑوں کو ممنوع ہیں۔

اسی طرح بچے اور بچی کے احرام کے کپڑے اور ان کے بدن بھی طواف کی حالت میں پاک ہونے چاہیں کیونکہ طواف نماز کی مانند ہے اور پاکیزگی اس کے لیے شرط ہے۔

اگر بچہ اور بچی بڑے ہوں تو اپنے ولی کی اجازت سے خود احرام باندھیں اور غسل وخوشبو وغیرہ کے معاملات میں وہی کچھ کریں جو بڑے کرتے ہیں۔

ولی سے مراد ہر وہ شخص ہے جو ان کا نگران ہے چاہے ماں باپ ہوں یا کوئی اور۔

ولی کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کی طرف سے وہ اعمال بھی ادا کرے جو بچے ادا نہیں کر سکتے، جیسے رمی جمار وغیرہ، باقی سب کچھ بچے خود ہی کریں گے مثلاً عرفات میں وقوف، منیٰ اور مزدلفہ میں راتوں کا قیام، طواف اور سعی وغیرہ۔ ہاں! اگر ان سے طواف اور سعی نہ ہو سکے تو انہیں اٹھا کر طواف اور سعی کی جا سکتی ہے اور اٹھانے والے کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ

اپنا طواف اور اپنی سعی الگ کرے اور بچوں کی الگ کیونکہ احتیاط اسی میں ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا بھی ارشاد ہے ''شک وشبہ سے بچنا ہی چاہیے۔''

اگر بچوں کے اٹھانے والے نے اکٹھی ہی اپنی طرف سے اور بچوں کی طرف سے نیت کر لی تب بھی درست ہے اور طواف، اور سعی دونوں کی طرف سے ادا ہو جائیں گے اور یہی بات زیادہ درست ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اس عورت کو جس نے بچہ کے حج کے بارے میں پوچھا تھا، الگ الگ طواف اور سعی کا حکم نہیں دیا۔ اگر ایسا لازمی اور ضروری ہوتا تو حضور ضرور بیان فرما دیتے۔ بڑے اور باشعور بچوں کو طواف سے پہلے نجاست سے پاک ہونے اور وضو کرنے کا حکم دیا جائے گا جس طرح کہ بڑوں کو حکم دیا جاتا ہے۔ یہاں یہ بھی خیال رہے کہ چھوٹے بچوں کو احرام بندھوانا اور حج کروانا ولی پر کوئی فرض نہیں بلکہ یہ ان کے لیے نفلی عبادت ہے۔ اگر احرام بندھوایا تو ثواب ہے نہ بندھوایا تو کوئی گناہ نہیں۔ واللہ اعلم

فصل

ان چیزوں کے بیان میں جو احرام میں ممنوع ہیں

احرام باندھنے کے بعد کسی مرد یا عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بال یا ناخن کٹوائے یا خوشبو لگائے۔

اگر مرد کے لیے سلا ہوا لباس درست نہیں جیسے قمیص، بنیان، شلوار، موزے اور جرابیں۔ ہاں اگر کسی کے پاس باندھنے کے لیے چادر نہ ہو تو مجبوراً اُسے شلوار پہننا جائز ہے۔ اسی طرح اگر کسی کے پاس جوتا نہ ہو تو اسے بغیر کاٹے ہوئے موزے پہننا جائز ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے جسے بخاری ومسلم میں روایت کیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''جس کے پاس جوتے نہ ہوں وہ موزے پہن لے اور جس کے پاس تہبند نہ ہو وہ شلوار پہن لے۔''

اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ جس میں جوتوں کے نہ ہونے کی صورت میں موزوں کے کاٹنے کا حکم ہے، وہ منسوخ ہے اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم مدینہ میں اس شخص کے جواب میں دیا تھا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احرام کی حالت میں لباس کے متعلق پوچھا تھا۔ پھر جب آپ نے عرفات میں حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیا تو جوتوں کے نہ ہونے کی صورت میں بن کاٹے موزے پہننے کی اجازت مرحمت فرمادی۔

ظاہر ہے کہ اس خطبہ میں وہ لوگ حاضر تھے جو مدینہ میں جواب کے وقت حاضر نہ تھے۔ اگر موزوں کا کاٹنا ضروری ہوتا تو آپ اسے ضرور عرفات کے خطبہ میں بھی بیان فرمادیتے جیسا کہ اصول حدیث اور اصول فقہ میں یہ بات ثابت ہے کہ بیان کو ضرورت کے وقت سے مؤخر کرنا درست

نہیں، اگر یہ ضروری ہوتا تو اس کا بیان ترک نہ کیا جاتا۔

اگر موزے ٹخنوں سے نیچے ہوں تو انہیں پہننے میں کوئی رکاوٹ نہیں کیونکہ وہ جوتے ہی شمار کیے جاتے ہیں۔

اسی طرح تہبند کو گرہ دینا' دھاگہ کے ساتھ باندھنا بھی جائز ہے۔ کیونکہ اس کی ممانعت پر کوئی دلیل موجود نہیں۔

محرم کے لیے غسل کرنا، سر دھونا یا آہستہ سے سر کھجانا جائز ہے اور اگر اس کے نتیجہ میں سر سے کچھ بال وغیرہ گر جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

احرام باندھنے والی عورت کے لیے چہرہ پر کوئی سلی ہوئی شے پہننا ناجائز ہے جس طرح کہ آنکھوں والا برقع یا سوراخوں والا نقاب۔ اسی طرح ہاتھوں میں دستانے پہننا بھی جائز نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ان سے منع کیا ہے: ''لا تنتقب المرأة ولا تلبس القفازين''۔

''عورت نہ نقاب پہنے نہ دستانے۔''

اس حدیث کو بخاری شریف میں روایت کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ عورت سلی ہوئی ہر چیز پہن سکتی ہے جیسے قمیص، شلوار، موزے، جرابیں وغیرہ وغیرہ، اسی طرح عورت اپنے چہرے کو اوڑھنی سے بھی ڈھانپ سکتی ہے۔ درمیان میں کوئی چیز رکھنے کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ اوڑھنی چہرے کو چھوتی رہے تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔

جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے وہ فرماتی ہیں:

'' ہم نبی اکرم ﷺ کی معیت میں تھیں' جب لوگ ہمارے قریب سے

گزرتے تو ہم اپنی اوڑھنیاں کو سروں کی جانب سے اپنے چہروں پر ڈال لیا کرتے تھے اور جب وہ گزر جاتے تو پھر ہم اپنے چہروں سے اوڑھنیوں کو اٹھا لیا کرتیں۔'' یہ حدیث ابو داؤد شریف اور ابن ماجہ میں ہے۔ اسی طرح کی ایک حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے دارقطنی میں بھی موجود ہے۔ چہروں کی طرح عورتیں اپنے ہاتھوں کو بھی کپڑوں سے ڈھانپ سکتی ہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

یہاں اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ اجنبی مردوں کی موجودگی میں عورتوں کو اپنے چہرے اور ہاتھ لازمی طور پر ڈھانپ کر رکھنے چاہئیں اس لیے کہ عورت کو پردہ لازمی ہوتا ہے اور اللہ نے مومن عورتوں کو حکم دیا ہے:

﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ﴾

''وہ اپنی زینتیں اپنے خاوندوں کے ماسوا کسی اور کے لیے ظاہر نہ کریں۔''

اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ ہاتھ اور چہرہ ہی اصل زینت کی چیز ہیں اور خصوصاً چہرہ، اور رب قدوس کا حکم ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ﴾

''جب تم عورتوں سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے پیچھے سے مانگو، یہ تمہارے اور ان کے دلوں کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے۔''

آج کل عورتوں میں رواج ہے کہ وہ اوڑھنی کے نیچے کوئی لکڑی وغیرہ

رکھ لیتی ہیں، اس کا کوئی ثبوت نہیں اور اگر ایسا ضروری ہوتا تو نبی کریم ﷺ اس کا حکم فرماتے۔

محرم کے لیے اپنے احرام کے کپڑے دھونے اور تبدیل کرنے جائز ہیں اور اسے کسی ایسے کپڑے کا پہننا جائز نہیں جسے زعفران وغیرہ لگی ہوئی ہو اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے جیسا کہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ میں موجود ہے۔

اور محرم پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ رفث، فسوق اور جدال سے باز رہے جیسا کہ رب ذوالجلال کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ﴾

”حج کے مشہور مہینے ہیں جو ان میں حج کا ارادہ کرے، اسے رفث، فسوق اور جدال سے حج میں بچنا چاہیے۔“

اور آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: ((مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ)) ”جس نے حج کیا اور رفث وفسوق کا ارتکاب نہ کیا وہ اس طرح حج سے واپس لوٹا جس طرح اس کی ماں نے اسے آج جنا۔“

یعنی اس کا کوئی گناہ باقی نہ رہا۔

رفث جماع کو اور برے قول وفعل کو کہتے ہیں۔

فسوق گناہوں کو۔

اور جدال بے فائدہ یا ناحق لڑائی جھگڑے کو۔

اگر جھگڑا اچھے انداز میں حق کے اظہار اور باطل کی سرکوبی کے لیے ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ ایسا کرنا خدا کے حکم کے مطابق ضروری ہے.

"اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ"

محرم مرد کے لیے سر پر کوئی چیز ٹوپی، پگڑی یا رومال وغیرہ پہننا بھی جائز نہیں۔ اس طرح چہرہ کو ڈھانپنا بھی صحیح نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس شخص کے بارے میں جو عرفات کے دن اپنی سواری سے گر کر مر گیا' فرمایا:

"اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور احرام کے کپڑوں میں ہی کفنا دو اور اس کے سر اور چہرے کو نہ ڈھانپو کہ قیامت کے دن یہ تلبیہ پکارتے ہوئے ہی اٹھے گا۔" (بخاری و مسلم)

محرم کے لیے گاڑی کی چھت یا چھتری کا سایہ لینا جائز ہے جس طرح خیمہ یا درخت کا سایہ لینا، اس لیے کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ نبی کریم ﷺ پر جمرہ عقبیٰ کی رمی کرتے ہوئے کپڑے کے ساتھ سایہ کیا ہوا تھا۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ آپ کی خاطر نمرہ میں قبہ بنایا گیا اور آپ عرفہ کے دن سورج غروب ہونے تک اس کے نیچے تشریف فرما رہے۔

محرم مرد عورت پر خشکی میں شکار یا شکار کی معاونت یا اسے دوڑانا ممنوع ہے۔ اسی طرح نکاح کا عقد، مجامعت، منگنی یا شہوت کے ساتھ عورتوں سے میل جول بھی ممنوع ہے۔ کیونکہ حدیث پاک میں مروی ہے جیسے حضرت

عثمان نے روایت کیا ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((لَا یَنْکِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا یُنْکِحُ وَلَا یَخْطُبُ))

محرم نکاح کرے نہ کروائے اور نہ ہی منگنی کا پیغام بھیجے، اسے مسلم میں روایت کیا گیا ہے۔

اگر محرم نے بھول کر یا لاعلمی سے سلا ہوا کپڑا پہن لیا یا سر ڈھانپ لیا یا خوشبو لگا لی تو اس پر کوئی فدیہ نہیں۔ بشرطیکہ یاد آنے یا علم ہونے پر اسے ختم کر دیا۔

اسی طرح جس نے بھول کر یا لاعلمی سے سر منڈوالیا یا بال کٹوا لیے یا ناخن ترشوا لیے تو صحیح بات یہی ہے کہ اس پر بھی کوئی چیز نہیں۔ ہر مسلمان پر چاہے وہ محرم ہو یا غیر محرم۔ حدود حرم میں شکار کرنا' شکار میں مدد دینا چاہے وہ اشارہ کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو، یا شکار کو دوڑانا حرام ہے۔

اسی طرح حرم کے درختوں یا اس کے سبزہ کا کاٹنا بھی حرام ہے۔ حرم میں گری ہوئی چیز اٹھانا حرام ہے ماسوائے اس کے لیے جو اس کا اعلان کرنا چاہے۔

اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((اِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا، وَلَا تَحِلُّ سَاقِطَتُهَا اِلَّا لِمُنْشِدٍ))

''یہ شہر (مکہ مکرمہ) اللہ کی حرمت کے ساتھ قیامت تک محترم ہے۔ اس کا درخت نہ کاٹا جائے، اس کا شکار نہ دوڑایا جائے، اس کا سبزہ نہ اکھاڑا

جائے، اس میں گری ہوئی چیز اٹھائی نہ جائے مگر اعلان کے لیے۔" اس حدیث کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے۔

اور یاد رہے! منیٰ ومزدلفہ حدود حرم میں داخل ہیں اور عرفہ حدود حرم سے باہر ہے۔

مکہ پہنچنے کے بعد حاجی کیا کرے

جب محرم مکہ مکرمہ کی حدود میں پہنچے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ مکہ میں داخلہ سے پہلے غسل کرلے اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے مکہ میں داخلہ سے پہلے غسل کیا تھا۔

مسجد حرام میں داخلہ کے وقت اپنا دایاں پاؤں پہلے داخل کرے اور یہ کہے: بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ' اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ.

اور یہ تمام مساجد میں داخل ہوتے ہوئے پڑھنا چاہیے۔ مسجد حرام کی اس میں کوئی تخصیص آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں۔

محرم جب کعبۃ اللہ میں پہنچے تو طواف شروع کرنے سے قبل ہی تلبیہ پکارنا ختم کردے، اگر اس نے عمرہ یا حج تمتع کا احرام باندھ رکھا ہے۔ پھر حجر اسود کے پاس آئے تو داہنے ہاتھ سے چھوئے یا اگر بھیڑ نہ ہو تو بوسہ دے کیونکہ بھیڑ میں لوگوں کو تکلیف پہنچانی جائز نہیں اور استلام کے وقت کہے:

بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَر اگر حجر اسود کا بوسہ لینے میں دشواری ہو تو ہاتھ یا چھڑی سے استلام کرے اور ہاتھ یا چھڑی کو چوم لے۔ اگر استلام بھی دشوار ہو تو حجر اسود کی طرف اشارہ کر کے ہی اللہ اکبر کہہ لے۔ اشارہ کرتے ہوئے ہاتھ یا چھڑی کو چومنا درست نہیں ہے۔

طواف کرتے ہوئے بیت اللہ اس کی بائیں جانب ہو۔

طواف شروع کرتے ہوئے اگر یہ پڑھے تو بہتر ہے: اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ وَتَصْدِيْقًا بِكِتَابِكَ وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ وَاتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

کیونکہ آنحضرت ﷺ سے مروی ہے:

''طواف میں سات چکر لگائے اور پہلے طواف میں تین چکروں میں رمل کرے چاہے وہ عمرہ کا احرام باندھے ہو یا حج تمتع کا یا حج مفرد کا یا حج قران کا اور باقی چار چکروں میں عام حالت میں چلے، ہر چکر حجر اسود سے شروع ہو اور اسی پر ختم۔''

رمل چھوٹے چھوٹے قدموں سے تیز تیز چلنے کو کہتے ہیں اور یہ بھی مستحب ہے کہ اس سارے طواف میں اضطباع کرے۔ اور اضطباع اس کو کہتے ہیں کہ چادر داہنے کندھے کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے کے اوپر سے گزار دی جائے۔

چکروں کی تعداد کے بارے میں شبہ ہو تو کم عدد پر یقین کرے یعنی اگر شک ہو کہ نہ جانے تین چکر لگائے ہیں کہ چار، تو تین پر یقین کرے اسی

طرح سعی کا مسئلہ ہے۔

عورتوں کو طواف کرتے ہوئے زیبائش و آرائش سے باز رہنا چاہیے اور باز رکھنا چاہیے۔ نیز خوشبو کا استعمال اور بے پردگی بھی عورت کے لیے ناجائز ہے۔ چاہے طواف کی حالت ہو چاہے عام حالات، جبکہ مرد عورتیں اکھٹے ہوں اس لیے کہ عورت کا معنیٰ ہی پردہ ہے۔ اس لیے ایسے مقامات پر عورت کا اپنے چہرے کو ماسوائے اپنے محرموں کے اور کسی کے لیے ننگا کرنا جائز نہیں۔ جیسا کہ آیت کریمہ میں گزر چکا ہے۔ ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ﴾

اسی طرح عورتوں کا اجنبی مردوں کی موجودگی میں چہرہ کھول کر حجرِ اسود چومنا بھی جائز نہیں۔ ہاں اگر مرد قریب نہ ہو تو اور بات ہے۔

بھیڑ کے وقت عورتوں کو حجر اسود کے بوسہ اور استلام سے بھی باز رہنا چاہیے بلکہ انہیں طواف بھی مردوں سے ہٹ کر کرنا چاہیے۔ یہ عورتوں کے لیے کعبۃ اللہ کے قرب میں مردوں کی بھیڑ میں طواف سے کہیں زیادہ افضل وبہتر ہے۔

عورتوں کے لیے طواف اول میں رمل اور اضطباع جائز نہیں اور نہ ہی مردوں کے لیے پہلے طواف کے علاوہ دوسرے طوافوں میں رمل اور اضطباع جائز ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے صرف پہلے طواف میں ہی ایسا کیا ہے۔

طواف کرتے ہوئے طواف کرنے والے کو ہر قسم کی نجاست سے پاک اور باوضو ہونا چاہیے اور انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ طواف کرنا

چاہیے۔ طواف میں کثرت سے رب کا ذکر کرنا چاہیے اور دعائیں مانگنی چاہئیں۔ اگر قرآن کی تلاوت کرتا رہے تب بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

یہ بات یاد رہے کہ طواف اور سعی کے لیے کوئی خاص دعا یا ذکر ثابت نہیں ہے بلکہ جو ذکر اور دعا بھی یاد ہو، طواف وسعی میں درست ہے۔ کچھ لوگوں نے طواف اور سعی کے ہر چکر کے لیے جو دعائیں اور اذکار بنا رکھے ہیں ان کا کوئی وجود نہیں بلکہ یہ سب من گھڑت اور خانہ ساز ہیں۔

طواف میں رکن یمانی کے پاس سے گزرتے ہوئے اگر بھیڑ نہ ہو تو اس کو داہنے ہاتھ سے چھو کر ''بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' کہنا چاہیے، اسے چومنا یا اس پر ہاتھ پھیرنا درست نہیں اور اگر بھیڑ ہو تو پھر بغیر اسے چھوئے گزر جائے۔ ایسی حالت میں رکن یمانی کی طرف اشارہ کرنا اور اسے دیکھ کر تکبیر کہنا درست نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ سے اس کا کوئی ثبوت ہمیں نہیں ملتا۔

رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان ''رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ'' پڑھنا مستحب ہے اور حجر اسود کے سامنے آ کر اسے چھو کر یا بوسہ لے کر اللہ اکبر کہے اور اگر اسے چھونا یا بوسہ لینا دشوار ہو تو اس کی جانب اشارہ کر کے ہی اللہ اکبر کہہ لے۔

طواف! زمزم اور مقام ابراہیم کے اوپر سے بھی ہو سکتا ہے، خصوصاً بھیڑ کے وقت، کیونکہ مسجد حرام ساری کی ساری طواف گاہ ہے، اگر کسی نے مسجد حرام کے برآمدوں میں بھی کعبہ کے گرد چکر لگا لیے تو اس کا طواف بھی ہو جاتا ہے اگرچہ کعبہ کے قریب تر ہو کر طواف کرنا زیادہ افضل اور بہتر ہے۔

طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھی جائے اور اگر مقام ابراہیم پر جگہ نہ ملے تو مسجد حرام میں جہاں بھی دو رکعت ادا کر لی جائے درست ہوگا۔ پہلی رکعت میں ''قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ'' اور دوسری رکعت میں ''قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ'' پڑھنا سنت ہے۔

دو رکعت نماز سے فارغ ہو کر پھر حجر اسود کو داہنے ہاتھ سے چھوئے بشرطیکہ ایسا کرنا دشوار نہ ہو کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی کیا ہے۔ پھر وہاں سے پلٹ کر باب صفا سے کوہ صفا پر چڑھے یا اس کے پاس کھڑا ہو، اگر استطاعت ہو تو چڑھنا زیادہ افضل ہے اور یہ پڑھے:

﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ......الخ﴾

اور قبلہ کی طرف منہ کرنا مستحب ہے پھر اللہ کی حمد کرے اور پڑھے:

﴿لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ، اَنْجَزَ وَعْدَہٗ، وَنَصَرَ عَبْدَہٗ، وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ﴾

پھر ہاتھ اٹھا کر جو دعا یاد ہو مانگے اور تین مرتبہ اس ذکر اور دعا کو دہرائے پھر صفا سے نیچے اترے اور مروہ کی طرف چلے۔ جب ستون کے پاس پہنچے تو وہاں دوسرے سبز ستون تک تیز تیز چلے۔ عورت کو تیز چلنے کی ممانعت ہے۔ پھر دوسرے ستون سے میانہ چال چلتے ہوئے مروہ تک آئے،

اس کے اوپر چڑھے یا اس کے قریب ٹھہرے اور وہی کچھ دہرائے جو صفا پر پڑھا اور کیا تھا۔

پھر مروہ سے اتر کر صفا کی طرف اسی طرح چلے جس طرح بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر پورے کرے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایسا ہی کیا ہے اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ''حج کے اعمال وافعال مجھ سے سیکھو۔''

صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے کثرت سے ذکر واذکار میں مشغول رہنا چاہیے اور سعی میں بھی مستحب یہی ہے کہ آدمی باوضو ہو اگرچہ بے وضو بھی سعی کرے تو سعی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر کسی عورت کو طواف کے بعد حیض آجائے یا بچہ کی ولادت ہو جائے تو اس حالت میں بھی سعی کر سکتی ہے کیونکہ طہارت سعی میں شرط نہیں ہے اگرچہ مستحب ہے۔

سعی کر کے سر کے بال کٹوائے جائیں یا منڈوائے جائیں اگرچہ بالوں کا منڈوانا زیادہ افضل ہے۔

اگر کسی نے عمرہ کے بعد بال کٹوا لیے اور حج کے بعد منڈوا لیے تو کوئی حرج نہیں اور اگر کوئی مکہ مکرمہ میں حج کے بالکل قریب آئے تو عمرہ کے بعد اس کے لیے بال کٹوانا منڈوانے سے زیادہ افضل ہے تاکہ حج کے موقع پر منڈوا سکے کیونکہ نبی اکرم ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر جب چار ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچے تو آپ نے عمرہ کے لیے احرام باندھنے والوں کو بال کٹوانے کا حکم دیا نہ کہ منڈوانے کا۔ ہاں بال کٹوانے ہوں تو سارے سر کے بال

کٹوانے چاہییں۔ کچھ حصہ کے بال کٹوانے درست نہیں۔ جیسا کہ سر کا کچھ حصہ منڈوانا جائز نہیں۔

عورت کے بال منڈوانا ناجائز ہے اور اسے ہر مینڈھی سے انگلی کے پورے کے برابر کٹوانے چاہییں۔ اس سے زیادہ کٹوانے درست نہیں۔

محرم نے اگر یہ تمام کام کر لیے جن کا ذکر ہوا ہے تو اس کا عمرہ مکمل ہو گیا اور ہر وہ چیز اس پر حلال ہو گئی جو احرام کی وجہ سے حرام ہوئی تھی الا یہ کہ اس نے حج وعمرہ کا اکٹھا یا صرف حج کا احرام باندھ رکھا ہو۔

حج مفرد اور حج قران کا احرام باندھنے والے کے لیے سنت یہی ہے کہ وہ اپنے احرام کو عمرہ کے احرام میں تبدیل کرے اور وہی کچھ کرے جو حج تمتع والا کرتا ہے۔ یعنی عمرہ کر کے احرام کھول دے اور پھر نئے سرے سے حج کا احرام باندھے الا یہ کہ وہ قربانی کا جانور ساتھ لایا ہو۔ اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کو یہی حکم دیتے ہوئے ارشاد کیا تھا:

”اگر میں بھی قربانی کا جانور ساتھ نہ لایا ہوتا تو میں بھی اپنے احرام کو عمرہ میں تبدیل کر کے تمہارے ساتھ ہی احرام کھول دیتا۔“

عورت اگر احرام عمرہ کے بعد حائضہ ہو جائے یا زچگی کے ایام آ جائیں تو نہ تو وہ بیت اللہ کا طواف کرے اور نہ صفا ومروہ کی سعی کرے تا آنکہ وہ پاک ہو جائے۔ پاک ہونے کے بعد وہ طواف کعبہ اور سعی سے فارغ ہو کر سر کے بال مذکورہ طریقہ پر کٹوائے اور اسی طرح اپنا عمرہ مکمل کرے اور اگر آٹھویں ذی الحجہ تک بھی پاک نہ ہو سکے تو اسی حالت میں حج کا احرام اپنی

اقامت گاہ سے باندھ کر لوگوں کے ساتھ ہی منٰی چلی جائے' اس طرح اس کا عمرہ و حج اکٹھے ہو جائیں گے اور وہ سب کچھ وہ کرے گی جو عام حاجی کرتے ہیں یعنی عرفات میں وقوف، مزدلفہ میں شب بسری، رمی جمرات، منٰی میں قیام، قربانی اور بال کٹوانا وغیرہ حتی کہ جب پاک ہو جائے تو پھر کعبہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی صرف ایک ایک مرتبہ کر لے تو اس کا حج بھی ہو گیا اور عمرہ بھی جیسا کہ حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا میں روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا:

''تم وہ سب کچھ کرو جو حاجی کرتے ہیں سوائے طواف کعبہ کے کہ وہ پاک ہونے کے بعد کریں'' یہ حدیث بخاری و مسلم میں موجود ہے۔''

اور یاد رہے کہ حائضہ اور ایام زچگی میں عورت جب قربانی کے دن جمرات کو کنکر مار کر بال کٹوائے تو اس کے لیے ہر وہ چیز حلال ہو جاتی ہے جو احرام کے ساتھ حرام ہوئی تھی ماسوائے خاوند سے مباشرت کے کہ وہ تبھی جائز ہوگی جب پاک ہو کر طواف و سعی سے فارغ ہو جائیگی۔

آٹھ ذی الحج کو منٰی جانے کا بیان

یوم ترویہ یعنی آٹھویں ذی الحجہ کے دن اہل مکہ یا مکہ مکرمہ میں مقیم لوگوں کے لیے مستحب یہی ہے کہ وہ اپنی اپنی اقامت گاہوں سے احرام باندھیں اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہی جہاں کہ وہ فروکش تھے، آٹھویں کو احرام باندھا تھا کیونکہ حضور

اکرم ﷺ نے انہیں یہ حکم نہیں دیا تھا کہ وہ بیت اللہ میں جا کر یا میزاب رحمت کے پاس سے احرام باندھیں اسی طرح انہیں منٰی کی طرف کوچ کرتے ہوئے بیت اللہ کے طواف کا بھی حکم نہیں دیا تھا اور اگر یہ درست ہوتا تو آپ ان کو ضرور اس کی طرف توجہ دلاتے اور یہ سمجھ لینا چاہیے کہ بہتری حضور اکرم اور آپ کے رفقائے کرام کی اتباع میں ہی ہے۔

اور حج کا احرام باندھتے ہوئے بھی عمرہ کے احرام کی طرح غسل کرنا، صاف پاک ہونا اور خوشبو لگانا مستحب ہے۔

آٹھویں ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھنے کے بعد زوال سے پہلے یا زوال کے بعد منٰی کی طرف جانا سنت ہے۔ اس دوران کثرت سے تلبیہ پکارا جائے تا آنکہ جمرہ عقبہ پر کنکر مارے جائیں۔ پھر ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور نویں کی فجر وہیں منٰی میں ادا کی جائے اور سنت طریقہ یہ ہے کہ ہر نماز اپنے وقت پر بغیر جمع کیے قصر کر کے پڑھی جائے سوائے مغرب اور فجر کے کہ ان کی قصر نہیں ہوتی۔

اس بارہ میں اہل مکہ اور غیر ملکیوں میں کوئی فرق نہیں اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے منٰی، عرفات اور مزدلفہ میں لوگوں کو جن میں اہل مکہ بھی شامل تھے، قصر نماز ہی پڑھائی اور اہل مکہ کو خصوصیت کے ساتھ مکمل نماز کا حکم نہیں دیا۔

پھر نویں ذی الحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد حاجی منٰی سے عرفات کی

طرف روانہ ہو۔ اور سنت یہ ہے کہ وادی نمرہ میں زوال تک اترا رہے اگر اس میں دشواری نہ ہو۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ایسا ہی کیا ہے۔ زوال آفتاب کے بعد امام یا نائب امام کے لیے سنت یہ ہے کہ حالات کے مطابق اس دن اور اس کے بعد فرائض اور واجبات پر خطبہ دے جس میں لوگوں کو تقویٰ، توحید خداوندی اور اخلاص کا وعظ کرے، انہیں محرمات سے اجتناب اور کتاب وسنت سے تمسک کی تلقین کرے اور انہیں بتلائے کہ کتاب وسنت ہی کو ہر معاملہ میں حکم بنایا اور مانا جائے جس طرح کہ نبی اکرم ﷺ نے اس روز خطبہ ارشاد کیا۔

اس کے بعد ظہر وعصر کو ظہر کے وقت میں جمع کر کے اور قصر کر کے پڑھے جس طرح کہ آنحضرت ﷺ نے جمع وقصر کر کے پڑھی اور جس کا مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ذکر ہوا ہے۔ پھر لوگ عرفات میں وقوف کریں اور عرفات سارے کا سارا وقوف کی جگہ ہے ماسوائے وادیٔ عرنہ کے۔

عرفات میں کعبہ اور جبل رحمت کی طرف رخ کر کے ذکر اذکار کرنا اور دعا مانگنا مستحب ہے۔ اگر دونوں کی طرف بیک وقت رخ ممکن نہ ہو تو قبلہ کی طرف رخ کرے، جبل رحمت کی طرف نہ کرے۔

عرفات میں کثرت ذکر واذکار اور عاجزی وانکساری سے دعا مانگنا مستحب ہے۔ دعا مانگتے ہوئے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لیے جائیں۔ اگر کوئی تلبیہ کہتا رہا یا قرآن پڑھتا رہا تو کوئی مضائقہ نہیں۔ سنت یہ ہے کہ کثرت

سے یہ پڑھے: ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ''

اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

''بہترین دعا عرفات کی دعا ہے اور میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے جو سب سے افضل دعا کی ہے وہ یہی ہے! ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ الخ''

اور حضور ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کو سب سے پیارے چار کلمات ہیں:

''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ''

اس لیے اس ذکر کا تکرار واعادہ کثرت سے خشوع وخضوع اور دل جمعی کے ساتھ بہت ضروری ہے۔ نیز اس دن دیگر مسنون اور ثابت اذکار اور دعاؤں کا کثرت سے پڑھا اور مانگا جانا بہت بہتر ہے۔

ہاں اگر ذکر اور دعا جامع قسم کی ہو تو اور زیادہ فضیلت کی بات ہے۔ جیسے:

''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ''

(بخاری: ۱۱۲۹/۲ و مسلم: ۳۴۴/۲)

''پاک ہے اللہ ساتھ اپنی تعریف کے' پاک ہے اللہ عظمت والا''۔

''لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ''

(الانبیاء: ۸۷)

''تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں' تو پاک ہے بے شک میں ہی

ظالم ہوں“۔

”لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاہُ لَہُ النِّعْمَۃُ وَلَہُ الْفَضْلُ وَلَہُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ“ (مسلم: ۱/۲۱۸۱ ابوداؤد: ۱/۵۵۷)

”اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور ہم سب اسی کی بندگی کرتے ہیں اسی کے لیے نعمت ہے اور فضل اور اسی کے لیے اچھی تعریف ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں خالص کرتے ہیں اسی کے لیے دین کو خواہ کافر پسند نہ کریں“۔

”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ“ (بخاری: ۱/۳۴۹ ترمذی: ۴/۲۸۴)

”نہیں ہے کوئی حرکت اور قوت اللہ کے سوا“۔

”رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ“ (البقرہ: ۲۰۱ مسلم: ۲/۳۴۴)

”اے ہمارے رب! عطا کر ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔“

”اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِیَ الَّذِیْ ھُوَ عِصْمَۃُ اَمْرِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْھَا مَعَاشِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ اٰخِرَتِیَ الَّتِیْ فِیْھَا مَعَادِیْ وَاجْعَلِ الْحَیَاۃَ زِیَادَۃً لِّیْ فِیْ کُلِّ خَیْرٍ وَالْمَوْتَ رَاحَۃً لِّیْ مِنْ کُلِّ شَرٍّ“

”اے اللہ! میرے لیے میرے دین کو سدھار دے جو میرے کام

کی عصمت ہے اور میرے لیے میری دنیا سُدھار دے جس میں میری روزی ہے' اور میرے لیے میری آخرت سُدھار دے' جس میں مجھے لوٹ کر جانا ہے اور زندگی کو میرے لیے ہر بھلائی میں زیادتی کا باعث بنا دے اور موت کو میرے لیے ہر برائی سے راحت بنا دے"۔ (مسلم:۲/۳۴۹)

"اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ جَهْدِ الْبَلَآءِ وَدَرْكِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ" (بخاری:۱/۹۷۹' مسلم۲/۳۴۷)

"میں پناہ چاہتا ہوں اللہ کی آزمائش کی سختی سے' اور نحوست کے پانے سے' برے فیصلے سے اور دشمنوں کے ہنسنے سے"۔

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَمِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسْلِ وَمِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَمِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ وَمِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ"

(البخاری:۱/۴۰۵' ابوداؤد:۱/۵۶۶' نسائی:۲/۳۱۵)

"اے اللہ تیری پناہ چاہتا ہوں فکر سے اور غم سے اور عاجزی و سُستی و بزدلی اور بخل و گناہ سے اور تاوان سے اور قرض کے غلبہ سے اور لوگوں کے دباؤ سے"۔

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَللّٰهُمَّ مِنَ الْبَرْصِ وَالْجُنُوْنِ وَمِنَ الْجُزَامِ وَمِنْ سَيِّءِ الْاَسْقَامِ" (ابوداود:۱/۳۶۹' نسائی:۲/۳۱۴)

"اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں درگزر کا اور دنیا و آخرت

میں عافیت کا۔"

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِیْ دِيْنِیْ وَدُنْيَایَ وَاَهْلِیْ وَمَالِیْ" (ابوداؤد:۴/۴۷۹، ابن ماجہ:۲۸۴)

"اے اللہ! میں تجھ سے درگزر اور عافیت کا سوال کرتا ہوں اپنے دین اور دنیا اور اہل اور مال کے بارے میں۔"

"اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَتِیْ وَاٰمِنْ رَوْعَاتِیْ۔ اِحْفَظْنِیْ مِنْ بَيْنِ يَدَیَّ وَمِنْ خَلْفِیْ وَعَنْ يَمِيْنِیْ وَعَنْ شِمَالِیْ مِنْ فَوْقِیْ وَاَعُوْذُ بِعَظْمَتِكَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِیْ" (ابوداؤد:۴/۴۷۹، ابن ماجہ:۲۸۴)

"اے اللہ! میرے عیب کو چھپا دے اور مجھے خوف سے محفوظ رکھ اور میری حفاظت کر میرے سامنے، پیچھے اور دائیں بائیں اور اوپر سے اور تیری عظمت کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں نیچے دھنسا دیا جاؤں۔"

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ خَطِيْئَتِیْ وَجَهْلِیْ وَاِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ" (بخاری:۲/۹۴۷، مسلم:۲/۳۴۹)

"اے اللہ! میرے لیے بخش دے میری خطا، نادانی اور میرے کام میں میری زیادتی کو اور جو کچھ بھی تو میری طرف سے جانتا ہے۔"

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ جِدِّیْ وَهَزْلِیْ وَخَطَئِیْ وَعَمَدِیْ وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِیْ" (بخاری:۲/۹۴۷، مسلم:۲/۳۴۹)

"اے اللہ! تو میرے سچ مچ کیے ہوئے اور ہنسی دل لگی میں کیے ہوئے، بے قصد و بے ارادہ کیے ہوئے اور قصد و ارادہ سے کیے

ہوئے تمام گناہوں کو معاف فرما دے اور یہ سب گناہ مجھ سے سرزد ہوئے ہیں"۔

"اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" (بخاری: ۹۴۶/۲، مسلم ایضاً)

"اے اللہ! معاف کر دے جو کچھ میں نے پہلے کیا اور بعد میں کیا اور جو کچھ خفیہ کیا اور جو اعلانیہ کیا اور جس کو تو مجھ سے بہتر جانتا ہے تو ہی آگے کرنے والا ہے اور تو ہی پیچھے کرنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔"

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الثَّبَاتَ فِی الْاَمْرِ وَالْعَزِیْمَةَ عَلَی الرُّشْدِ وَاَسْئَلُکَ شُکْرَ نِعْمَتِکَ وَحُسْنَ عِبَادَتِکَ وَاَسْئَلُکَ قَلْبًا سَلِیْمًا وَلِسَانًا صَادِقًا وَاَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا تَعْلَمُ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُکَ لِمَا تَعْلَمُ اِنَّکَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ"

(ترمذی: ۲۲۲/۴، نسائی: ۱۵۲/۱)

"اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کام میں ثابت قدمی کا اور ہدایت پر استقلال کا اور تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری نعمت پر شکر کا اور تیری عبادت اچھی طرح کرنے کا اور تجھ سے سوال کرتا ہوں قلب سلیم کا اور سچی زبان کا اور سوال کرتا ہوں اس بھلائی کا جس کو تو جانتا ہے اور تیری پناہ چاہتا ہوں اپنی اس برائی سے جس کو تو جانتا

ہے اور مغفرت چاہتا ہوں تجھ سے اس برائی کی جس کو تو جانتا ہے'
بے شک تو ہی غیب کا جاننے والا ہے۔"

"اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَاذْھَبْ غَیْظَ قَلْبِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتْنَۃِ مَا اَبْقَیْتَنِیْ"

(مسند احمد: ۶/۳۰۲' طبری: ۳/۱۸۸' درمنثور: ۲/۸ وابن کثیر: ۱/۳۷۳)

"اے اللہ! نبی محمد ﷺ کے رب! میرے گناہ بخش دے اور میرے دل کے غصے کو دور کر دے اور گمراہ کن فتنوں سے مجھے بچا جب تک تو مجھ کو زندہ رکھے۔"

"اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَرَبَّ الْاَرْضِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیْءٍ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی مُنَزِّلُ التَّوْرَاۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ. اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ شَیْءٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِہٖ اَنْتَ الْاَوَّلُ وَلَیْسَ قَبْلَکَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَیْسَ بَعْدَکَ شَیْءٌ. وَاَنْتَ الظَّاھِرُ فَلَیْسَ فَوْقَکَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَیْسَ دُوْنَکَ شَیْءٌ اِقْضِ عَنِّی الدَّیْنَ وَاَغْنِنِیْ مِنَ الْفَقْرِ"

(مسند احمد: ۲/۵۳۶' عمل الیوم واللیلۃ: ص ۱۹۱' فتح الباری: ۱۱/۱۳۳)

"اے اللہ! آسمانوں اور زمینوں کے رب اور عرش عظیم کے رب! ہمارے اور ہر چیز کے رب' دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والے!

تورات انجیل اور قرآن کو اتارنے والے! میں ہر چیز کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں' تو ہی اس کی پیشانی کو پکڑنے والا ہے' تو اول ہے تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں' اور تو آخر ہے تیرے بعد کوئی چیز نہیں ہے' اور تو ظاہر ہے تیرے اوپر کوئی چیز نہیں' اور تو باطن ہے تیرے سوا کوئی چیز نہیں' میری طرف سے قرض ادا کرے اور مجھے فقر سے بے نیاز کر دے۔"

"اَللّٰهُمَّ اَعْطِ نَفْسِيْ تَقْوٰهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكّٰهَا اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلٰهَا" (مسلم: ۲/۳۵۰' نسائی: ۲/۳۱۲)

"اے اللہ! عطا کر میرے نفس کو اس کی پرہیزگاری اور اس کو صاف کر دے' تو ہی سب سے اچھا اس کو صاف کرنے والا ہے تو ہی اس کا ولی اور مولا ہے۔"

"اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعِجْزِ وَالْكَسْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْهَرَمِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ"

(مسلم: ۲/۳۴۷' نسائی: ۲/۳۱۲)

"اے اللہ! تیری پناہ چاہتا ہوں مجبوری اور سستی سے' اور تیری پناہ چاہتا ہوں بزدلی سے اور بڑھاپے سے اور بخیلی سے' اور تیری پناہ چاہتا ہوں عذاب قبر سے۔"

"اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ اِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ اَنْ تُضِلَّنِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْتَ

الْحَيُّ الَّذِیْ لَا يَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ"

(بخاری:۲/۱۰۹۸'۱/۱۵۱' مسلم:۲/۳۴۹' مسند احمد:۱/۲۹۸)

"اے اللہ! میں تیرے لیے فرمانبردار ہوا اور تیری ذات پر ایمان لایا اور تیری طرف رجوع کیا اور تیرے سہارے لڑا' میں پناہ چاہتا ہوں تیری عزت کی کہ تو مجھے گمراہ کر دے' تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو زندہ ہے مرے گا نہیں' اور جن و انسان مر جائیں گے۔"

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَّا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَّا يُسْتَجَابُ لَهَا"

(مسلم:۲/۳۵۰' نسائی:۲/۳۱۹)

"اے اللہ! تیری پناہ چاہتا ہوں اس علم سے جو نفع نہ دے' اور اس دل سے جو خوف نہ کھائے' اور اس نفس سے جو سیر نہ ہو' اور اس دعا سے جو قبول نہ کی جائے۔"

"اَللّٰهُمَّ اجْنُبْنِیْ مُنْكَرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَهْوَاءِ وَالْاَدْوَاءِ" (مستدرک حاکم:۱/۵۳۲ وطبرانی:۱۹/۱۹)

"اے اللہ! مجھ کو برے اخلاق' اور برے اعمال' اور بری خواہشات' اور بیماریوں سے بچا۔"

"اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ" (ترمذی:۴/۲۵۴)

"اے اللہ! تو میرے دل میں میری رشد و ہدایت ڈال دے' اور میرے نفس کے شر سے مجھے پناہ دے۔"

"اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ" (ترمذی:۴/۲۷۶)

"اے اللہ! تو مجھے اپنا حلال رزق دے کر حرام سے بچا لے' اور اپنے فضل وکرم سے مجھے اپنے ماسوا سے بے نیاز کر دے۔"

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی"

(مسلم:۲/۳۵۰' ترمذی:۴/۲۵۶)

"اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہدایت' پارسائی' پاکدامنی اور بے نیازی کا۔"

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْھُدٰی وَالسَّدَادَ"

(مسلم:۲/۳۵۰' مسند احمد:۱/۱۳۸)

"اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہدایت اور درستی کا۔"

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنَ الْخَیْرِ كُلِّهٖ عَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَالَمْ اَعْلَمْ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهٖ عَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ وَاَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا سَأَلَكَ مِنْهُ عَبْدُكَ وَنَبِیُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ عَبْدُكَ وَنَبِیُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ اَوْعَمَلٍ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ عَمَلٍ وَاَسْئَلُكَ اَنْ تَجْعَلَ كُلَّ قَضَاءٍ قَضَیْتَهٗ لِیْ خَیْرًا"

(ابن ماجہ: ۲۸۱'۲۸۲' مسند احمد: ۶/ ۱۴۷)

''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہر بھلائی کا جلد آنے والی ہو یا دیر سے' جس کو میں نے جانا' اور جس کو نہیں جانا اور تیری پناہ چاہتا ہوں ہر برائی سے جلد آنے والی ہو یا دیر سے' جس کو میں نے جانا اور جس کو نہیں جانا۔ اور تجھ سے سوال کرتا ہوں اس بھلائی کا جس کو تیرے بندے اور نبی محمد ﷺ سے مانگا' اور تیری پناہ چاہتا ہوں اس چیز کی برائی سے جس سے تیرے بندے اور نبی محمد ﷺ سے پناہ مانگی۔ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں جنت کا اور اس عمل یا قول کا جو جنت سے قریب کر دے' اور میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں جہنم سے اور ہر اس قول وعمل سے جو مجھے جہنم سے قریب کر دے اور میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تو اپنا ہر فیصلہ میرے حق میں بہتر بنا دے۔''

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَيُحْيِيْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ''

(مسند احمد: ۴/ ۲۲۷' ترمذی: ۴/ ۲۵۲)

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں' اسی کے لیے ملک ہے اور اسی کے لیے سب تعریف' وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اسی کے ہاتھ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

”سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ“

(ابوداؤد:۱/ ۳۰۸‘ نسائی:۱/۱۱۳)

”پاک ہے اللہ اور سب تعریف اللہ کے لیے ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے اور نہ کوئی حرکت ہے نہ قوت مگر اللہ بلند عظمت والے کے ساتھ۔“

”اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ“

(بخاری:۲/ ۹۴۱‘۲۰۷‘ مسلم:۲/ ۱۷۵‘ نسائی:۱/ ۱۵۲)

”اے اللہ! درود بھیج محمد ﷺ پر اور آل محمد ﷺ پر جس طرح تو نے درود بھیجا ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ پر۔ بے شک تو قابل تعریف بزرگی والا ہے اور برکت نازل کر محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ پر جس طرح تو نے برکت نازل کی ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ پر بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی والا ہے۔“

”رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ“

”اے اللہ! ہمیں دنیا میں نیکی کی توفیق دے اور آخرت میں ہمیں

آگ سے بچالے“۔

اس مقام عظیم پر حاجی کے لیے یہ بہت بہتر ہے کہ وہ مذکورہ ذکر واذکار اور دعاؤں کو بکثرت پڑھے اور مانگے اور کثرت سے حضور پر درود وسلام بھیجے اور بڑے ہی الحاح اور زاری کے ساتھ دعائیں کرے اور اللہ سے دین ودنیا کی بھلائی مانگے اور یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ حضور اکرم ﷺ ہر دعا کو تین مرتبہ دہراتے تھے‘ اس لیے دعا کرتے ہوئے حضور ہی کے نقش قدم پر چلنا چاہیے۔

عرفات میں وقوف کرتے ہوئے مسلمان کو اللہ کی بارگاہ میں بے پناہ عاجزی، انکساری اور تواضع کا اظہار کرتے ہوئے رب کی رحمت اور مغفرت کا سوال کرنا چاہیے اور اللہ کے عذاب و ناراضگی سے ڈرتے ہوئے اپنا محاسبہ کرنا چاہیے۔ ساتھ ہی ساتھ حقیقی توبہ کی تجدید کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ یہ دن بڑی عظمت کا دن ہے اور مجمع بہت بڑا۔ اور اس دن کے مجمع اور لوگوں پر رب اپنی خصوصی عنایت کا اظہار کرتا اور اپنے فرشتوں کے سامنے اظہار فخر ومباہات کرتے ہوئے بڑی کثرت سے اپنے بندوں کو آگ سے آزادی بخشتا ہے۔ اسی بنا پر جس قدر شیطان اس دن رسوا وذلیل اور کمتر نظر آتا ہے، یوم بدر کے سوا اور کبھی اتنا پست اور حقیر نظر نہیں آیا کیونکہ اس دن وہ رب کے بندوں پر کرم نوازیوں اور رحمتوں کی فراوانیوں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی

اکرم ﷺ فرماتے تھے اللہ جس قدر بندوں کو عرفات کے دن جہنم سے آزاد کرتا ہے اس قدر کسی اور دن مثال نہیں ملتی اور وہ خدا اپنے بندوں کے قریب ہو کر اپنے فرشتوں پر مباہات کرتے ہوئے فرماتا ہے: میرے ان بندوں کو کیا چیز یہاں لائی ہے (یعنی میری رضا کے سوا) اس لیے بندوں کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو رب کی نظروں میں بہتر بنانے کے لیے اور اپنے قدیم دشمن شیطان کو ذلیل وخوار اور غمزدہ بنانے کے لیے کثرت کے ساتھ ذکر واذکار اور توبہ واستغفار کریں۔

عرفات میں زوال سے لے کر غروب آفتاب تک حاجی اسی طرح ذکر ودعا میں مشغول رہیں۔

غروب آفتاب کے بعد اطمینان ووقار کے ساتھ کثرت سے تلبیہ پکارتے ہوئے مزدلفہ کی طرف روانہ ہوا جائے اور اگر کہیں بھیڑ کم ہو تو تیز تیز چلا جائے جیسا کہ حضور ﷺ نے کیا۔

عرفات سے غروب سے قبل روانگی درست نہیں کیونکہ حضور ﷺ غروب آفتاب تک وہیں رکے رہے تھے اور آپ ﷺ کا ہی ارشاد ہے: ”حج کے افعال مجھ سے لو“۔

مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشاء جمع کر کے ایک اذان اور دو تکبیروں کے ساتھ پڑھی جائیں۔ مغرب کی تین رکعتیں اور عشاء کی دو۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے کیا ہے۔ اس بارے میں یہ خیال رہے کہ یہ کام مزدلفہ پہنچتے ہی کرنا ہے چاہے مغرب کا وقت ابھی باقی ہو یا عشاء کا وقت ہو چکا ہو۔

نماز سے پیشتر رمی جمرات کے لیے کنکریاں اٹھانا ناجائز ہے۔ اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے مشعر سے منیٰ کی طرف لوٹتے ہوئے کنکریاں چننے کا حکم دیا تھا اور کنکریاں جہاں بھی چن لی جائیں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ خصوصی طور پر مزدلفہ سے ان کا چنا جانا ضروری نہیں بلکہ منیٰ سے بھی اکٹھی کی جا سکتی ہیں۔ اس بارے میں سنت یہی ہے کہ اس دن صرف جمرہ عقبہ کی رمی کے لیے سات کنکریاں چنی جائیں باقی تین دنوں کے لیے اکیس اکیس کنکریاں منیٰ سے ہی ہر روز کے لیے اکٹھی کی جائیں تاکہ تینوں جمروں کو کنکر مارے جا سکیں۔

کنکریوں کو دھونا درست نہیں کیونکہ ایسی بات آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں۔ اسی طرح جو کنکر مارے جا چکے ہوں ان کو چننا بھی درست نہیں۔ یہ رات یعنی نویں اور دسویں کی درمیانی رات مزدلفہ میں ہی گزارنی چاہیے۔ کمزور عورتوں اور بچوں کو آخر شب منیٰ پہنچنا درست ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں آیا ہے۔

دیگر لوگوں کے لیے پوری رات وہاں گزارنا لازمی ہے۔ پھر صبح کی نماز کے بعد مشعر الحرام کے پاس رک کر قبلہ رخ ہو کے کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کیا جائے، تکبیریں کہی جائیں اور دعائیں مانگی جائیں یہاں تک کہ اچھی طرح روشنی پھیل جائے۔ یہاں بھی دعا مانگتے ہوئے ہاتھ اٹھانا مستحب ہے۔

مزدلفہ میں جہاں بھی شب بسر کر لی جائے درست ہے۔ مشعر الحرام کے پاس ہونا یا اس پر چڑھنا ضروری نہیں۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"میں نے مشعر الحرام کے پاس وقوف کیا ہے جبکہ مزدلفہ سارے کا سارا وقوف کی جگہ ہے" (صحیح مسلم)

جب روشنی اچھی طرح پھیل جائے تب طلوع آفتاب سے قبل منیٰ کی طرف پلٹا جائے اور چلتے ہوئے کثرت سے تلبیہ پکارا جائے۔ منیٰ کی طرف جاتے ہوئے راستے میں وادی محسر کو جلدی سے عبور کر لیا جائے۔ منیٰ پہنچ کر جمرہ عقبہ کے پاس تلبیہ ختم کر دیا جائے پھر اسے سات کنکر مارے جائیں ہر کنکر پھینکتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہی جائے۔

اور یہ بہتر ہے کہ رمی کرتے ہوئے کعبہ بائیں ہاتھ اور منیٰ دائیں ہاتھ ہو اور بطن وادی سے رمی کی جائے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے کیا۔ اگرچہ دوسری اطراف سے بھی رمی کرنے سے رمی درست ہوگی بشرطیکہ جمرہ عقبہ پر کنکر پڑے۔ کنکر وہیں پڑے رہنا ضروری نہیں۔ جمرہ کو لگنا ضروری ہے جیسا کہ علماء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ خصوصاً جس طرح کہ امام نووی نے شرح المہذب میں تحریر کیا ہے۔ کنکر چنے کے دانے سے کچھ بڑا ہونا چاہیے۔

جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد قربانی کی جائے اور مستحب یہ ہے کہ حاجی ذبح کرتے ہوئے یہ پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ هٰذَا مِنْكَ وَلَكَ۔" اور جانور کو قبلہ رخ کر لے۔

اونٹ قربان کرتے ہوئے سنت یہ ہے کہ اس کا بایاں پاؤں باندھ کر اسے کھڑا کر دیا جائے اور گائے بکری ذبح کرتے ہوئے اسے بائیں پہلو پر لٹا دیا جائے۔

اگر ذبح کرتے ہوئے جانور کا رخ قبلہ کی طرف نہ ہوسکا تو قربانی ہو جائے گی۔ اگر چہ سنت قبلہ رخ کرنا ہی ہے مگر یہ سنت ہے واجب نہیں۔ پھر یہ بھی بہتر ہے کہ اپنی قربانی سے خود کھائے، دوستوں کو تحفہ بھیجے اور مسکینوں میں صدقہ کرے جیسا کہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ﴾

''اسے خود کھاؤ اور غریبوں مسکینوں کو کھلاؤ۔''

قربانی ایام تشریق کے تیسرے دن غروب آفتاب تک ہوسکتی ہے۔ یعنی یوم النحر سمیت چار دن تک، یہی درست بات ہے۔ قربانی کے بعد سر منڈوایا جائے۔ یا سر کے بال کٹوائے جائیں اور بالوں کا منڈوانا افضل ہے۔ اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے سر منڈوانے والوں کے لیے تین مرتبہ رحمت ومغفرت کی دعا مانگی ہے اور کٹوانے والوں کے لیے صرف ایک مرتبہ۔

اور خیال رہے کہ بال کٹواتے ہوئے سارے بال کٹوانے چاہئیں' کچھ حصہ کے کٹوانے درست نہیں۔ عورت ہر مینڈھی سے ایک پورے کے برابر بال کٹوائے۔

جمرہ عقبیٰ کی رمی اور حجامت کے بعد محرم کے لیے عورت کے سوا ہر وہ چیز حلال ہو جاتی ہے جو احرام کے ساتھ حرام ہوئی تھی اور اس کا نام پہلا حلال ہونا رکھا گیا ہے۔

اس حلال ہونے کے بعد سنت یہ ہے کہ خوشبو لگائی جائے اور مکہ کی طرف طواف افاضہ کے لیے روانہ ہوا جائے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی

روایت میں ہے کہ "میں حضور کو احرام باندھنے سے پہلے اور احرام کھولنے کے بعد طواف کعبہ سے پیشتر خوشبو لگایا کرتی تھی۔" (بخاری ومسلم)

اور اس طواف کو طواف افاضہ اور طواف زیارۃ بھی کہا جاتا ہے اور یہ طواف حج کا رکن ہے کہ اس کے بغیر حج مکمل نہیں ہوگا۔ کلام پاک میں بھی اس کا ذکر ہے:

﴿ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾

طواف کے بعد دو رکعت مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھ کر پھر صفا ومروہ کی سعی کی جائے بصورتیکہ حج وعمرہ کا احرام باندھا گیا ہو یہ سعی حج کی اور پہلی عمرہ کی اور اس صورت میں علماء کے صحیح ترین قول کے مطابق ایک سعی کافی نہیں۔ جیسا کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں آیا ہے کہ جن لوگوں نے حج تمتع کا احرام باندھا تھا ایک طواف اور سعی انہوں نے پہلے کی اور دوسرا طواف انہوں نے منیٰ سے آ کر حج کے لیے کیا۔" (بخاری ومسلم)

علماء نے دوسرے طواف سے مراد صفا ومرہ کی سعی کے ساتھ طواف لیا ہے نہ کہ صرف طواف کعبہ۔ جن لوگوں نے حدیثِ عائشہ میں دوسرے طواف سے مراد طواف افاضہ لیا ہے ان کی بات درست نہیں کیونکہ طواف افاضہ تو سب کے لیے ضروری ہے۔ اس کے خصوصی طور پر حج وعمرہ والے کے لیے ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی جس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مراد صرف طواف نہیں بلکہ طواف اور سعی دونوں مراد ہیں جیسا کہ اکثر اہل علم کی یہی رائے

ہے اور اس کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی ہوتی ہے۔ جسے بخاری نے معلقاً ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

''ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں مکہ مکرمہ آئے اور ایک طواف وسعی عمرہ کے لیے کی۔''

(ملخصًا) یہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ حج وعمرہ کے لیے دو الگ الگ طواف اور صفا ومروہ کے درمیان چکر ہیں، ایک نہیں۔

حدیث جابر میں، جسے مسلم شریف میں روایت کیا گیا ہے جہاں یہ ذکر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے صفا ومروہ کے ایک دفعہ ہی چکر لگائے تو اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے حج قران کیا تھا اور قربانی کا جانور ساتھ لائے تھے کہ وہ احرام باندھے رہے اور حج کے بعد ہی انہوں نے اکٹھا حج وعمرہ کا احرام کھولا۔

اور یہ بات واضح ہی ہے کہ حج قران کرنے والے پر ایک ہی سعی ہے دو نہیں اور اس سے مراد وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے صرف حج کا احرام باندھا تھا۔ عمرہ کا نہیں اور یہ معلوم ہی ہے کہ مفرد پر صرف ایک ہی سعی ہے دو نہیں۔ اس لیے جس نے پہلے آتے ہی سعی کر لی اس پر طواف افاضہ کے بعد سعی باقی نہیں رہی۔ اس طرح سے حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا حدیث ابن عباس اور حدیث جابر کے درمیان تطبیق ہو سکتی ہے اور کوئی تعارض باقی نہیں رہتا۔

اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حدیث عائشہ اور حدیث ابن

عباس دونوں حدیثیں صحیح ہیں اور ان دونوں سے متمتع کے لیے دو دفعہ سعی ثابت ہوتی ہے۔

اور حدیث جابر رضی اللہ عنہ دو دفعہ سعی کی نفی کرتی ہے اور مثبت منفی پر مقدم ہوتا ہے جیسا کہ اصول فقہ اور اصول حدیث میں ثابت ہے۔ حقیقی علم اللہ ہی کے پاس ہے اور سب قوتیں اور طاقتیں اسی کے قبضہ اختیار میں ہیں۔

یوم النحر کو کرنے والے کاموں کی ترتیب

دسویں ذی الحجہ کو قربانی کے دن افضل یہ ہے کہ حاجی پہلے جمرہ عقبہ پر کنکریاں پھینکے پھر قربانی کرے پھر حجامت بنوائے پھر طواف کعبہ کرے پھر اگر حج تمتع کیا ہے تو صفا ومروہ کے درمیان ایک اور سعی کرے یا حج مفرد اور قران کی صورت میں اگر پہلے سعی نہیں کی تب بھی سعی کرے۔

اگر ترتیب میں فرق آجائے تب بھی کوئی مضائقہ نہیں، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت مرحمت فرمائی ہے اگرچہ سعی کو طواف پر بھی مقدم کرلیا تب بھی کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ یہ بھی قربانی کے دن کے اعمال میں شامل اور اس صحابی کے قول میں داخل ہے جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دن کے اعمال کی تقدیم وتاخیر کے متعلق سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا:

((اِفْعَلْ وَلَا حَرَجٌ)) "کرلو اس میں کوئی حرج نہیں۔"

اس لیے بھی کہ ایسے امور میں بھول چوک ہو ہی جاتی ہے اور پھر یہ تو

صریحاً بھی حضور ﷺ سے ثابت ہے کہ جب آپ سے پوچھا گیا کہ اگر کسی نے طواف سے پہلے سعی کر لی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی حرج نہیں۔''

اس حدیث کو ابوداؤد نے اسامہ بن شریک سے روایت کیا ہے۔

حاجی جب یہ سب کام کر لے یعنی رمی جمرہ، عقبہ، حجامت اور طواف افاضہ یا سعی اس کے لیے جس پر سعی ابھی باقی ہے، تو وہ مکمل حلال ہو جاتا ہے۔ بشمول عورتوں سے مباشرت کے اور اگر کسی نے ان تین امور میں سے دو سرانجام دیے تو اس پر عورت کے سوا ہر چیز جو احرام سے حرام ہوئی تھی حلال ہو جاتی ہے۔

حاجی کے لیے زمزم کا پانی خوب سیر ہو کر پینا مستحب ہے اور پھر جو دعا یاد ہو مانگنی چاہیے۔ مسلم شریف میں روایت ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ

''زمزم غذا ہے۔''

اور ابوداؤد میں ہے کہ

''زمزم بیماری کے لیے شفا ہے۔'' طواف افاضہ اور جس پر سعی باقی ہو، سعی کے بعد حاجی منٰی کی طرف پلٹ آئے اور وہاں تین دن تین رات مقیم رہے اور تینوں دن تینوں جمروں کو زوال آفتاب کے بعد رمی کرے اور رمی کرتے ہوئے ترتیب کے وجوب کا خیال رکھے۔ سب سے پہلے جمرۃ اولٰی کو رمی کرے اور ہر کنکر پھینکتے ہوئے ہاتھ اٹھائے پھر سنت یہ ہے کہ وہاں سے ہٹ کر جمرہ کو بائیں ہاتھ رکھ کر اور قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھا کر خشوع وخضوع کے ساتھ کثرت سے دعا مانگے پھر دوسرے جمرہ کو پہلے کی طرح رمی کرے

اور وہاں سنت یہ ہے کہ کچھ آگے بڑھ کر اسے دائیں رکھ کر قبلہ رخ ہو کر پہلے کی طرح دعا مانگے۔

پھر تیسرے جمرہ کو رمی کرے اور وہاں نہ کرے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے اس طرح کیا ہے۔ اس طرح دوسرے دن زوال آفتاب کے بعد رمی کرے اور ان دونوں دنوں میں رمی کرنا واجب ہے اور اسی طرح منیٰ میں پہلی اور دوسری رات گزارنا بھی لازمی ہے ماسوا پانی لانے والوں یا چرواہوں وغیرہ کے لیے۔

اور دونوں کی رمی کے بعد جو منیٰ سے جلدی لوٹنا چاہے اس کے لیے اجازت ہے اور اسے غروب آفتاب سے پیشتر ہی منیٰ سے نکل جانا چاہیے اور جو تیسری رات بھی وہیں رکا رہا اور تیسرے دن رمی بھی کر کے آیا وہ زیادہ افضل اور اللہ کے اجر و ثواب کا زیادہ مستحق ہے جیسا کہ رب تعالیٰ نے ارشاد کیا ہے:

"وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقٰى الخ۔"

"اللہ کو یاد کرو گنتی کے دنوں میں۔ پس جس نے جلدی کی دو دنوں میں اس پر کوئی گناہ نہیں اور جس نے تاخیر کی (تیسرے دن کی) اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔"

اور خود نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو دوسرے دن واپسی کی رخصت عطا

فرما دی لیکن خود منیٰ میں ہی تیسرے دن تک قیام فرما رہے اور تیسرے دن رمی کر کے تیرھویں تاریخ کو زوال آفتاب کے بعد ظہر کی نماز سے قبل وہاں سے واپس ہوئے۔''

اس بچے کے ولی کے لیے جو خود رمی نہ کر سکتا ہو جمرہ عقبہ اور دیگر جمروں کی رمی جائز ہے مگر اپنی رمی کے بعد کرے۔ جیسا کہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں آیا ہے:

''ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں حج کیا اور ہمارے ساتھ بچے اور عورتیں بھی تھیں۔ چنانچہ ہم نے بچوں کی جانب سے تلبیہ بھی خود کہا اور رمی بھی خود کی۔'' (ابن ماجہ)

اسی طرح بیماری' بڑھاپے یا عورت کے حمل کے سبب' اگر رمی سے عاجز ہوں تو انہیں دوسروں کو رمی کے لیے اپنا وکیل بنانا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اپنا فرمان ہے:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾

''اللہ سے ڈرو اپنی استطاعت کے مطابق۔''

اور ان کا لوگوں کے ہجوم میں جمرات تک پہنچنا اور انہیں کنکر مارنا ممکن نہیں۔ پس ایسی صورت میں ان کا کسی کو یہ کام سونپنا درست ہوا بخلاف دوسرے اعمال حج کے کہ ان میں کسی دوسرے کو نائب بنانا درست نہیں اگرچہ حج نفل ہی کیوں نہ ہو اس لیے کہ جس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا'

چاہے نفلی کا ہی ہو اس کے لیے ان کا مکمل کرنا لازمی اور ضروری ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾ اور طواف اور سعی کے وقت کے فوت ہو جانے کا اندیشہ نہیں بخلاف رمی کے کہ اس کا وقت انتہائی مختصر ہے۔

ہاں عرفات میں وقوف' مزدلفہ میں شب بسری اور منیٰ میں قیام کے وقت فوت ہونے کا بھی خدشہ ہو سکتا ہے لیکن عاجز خواہ تکلیف ہی کیوں نہ اٹھائے ان مقامات پر حاضری دے سکتا ہے جبکہ رمی میں وہ مشقت کے باوصف عاجز رہ جاتا ہے۔ نیز سلف صالح سے اس میں وکالت و نیابت کا ثبوت بھی ملتا ہے اس لیے اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔

عبادات توقیفی ہیں' اس میں کسی کو اختیار نہیں کہ اپنی طرف سے کوئی چیز بڑھا لے مگر دلیل کے ساتھ۔

نائب اور وکیل کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی طرف سے جمرہ کی رمی کے بعد وہیں کھڑا ہو کر دوسرے کی طرف سے رمی کرے' یہ ضروری نہیں کہ تینوں جمروں کو کنکر مارنے کے بعد پھر آ کر پہلے کو کنکر مارے۔ یہ علماء کے مختلف اقوال میں سے زیادہ صحیح بات ہے کیونکہ اس کے برعکس کوئی دلیل موجود نہیں اور پھر اس میں خاصی دشواری اور مشقت بھی ہے اور اللہ نے کہا ہے:

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾

''اللہ نے دین کو دشوار نہیں بنایا۔''

اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

((يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا)) ''آسانی کرو تنگی نہیں۔''

اور پھر یہ نبی اکرم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی منقول نہیں کہ جنہوں نے بچوں اور عاجزوں کی طرف سے رمی کی انہوں نے ایسا کیا کیونکہ اگر ایسا کیا ہوتا تو ضرور اس کا ذکر آتا۔ واللہ اعلم۔

متمتع اور قارن پر دم واجب ہے

جب کسی حاجی نے حج تمتع اور حج قران کا احرام باندھا ہو اور وہ مکہ مکرمہ کا رہنے والا بھی نہ ہو تو اس کے لیے قربانی ضروری ہے چاہے بکری کی کرے' چاہے اونٹ یا گائے کے ساتویں حصہ کی اور یہ بھی ضروری ہے کہ قربانی پاک اور حلال مال سے ہو کیونکہ اللہ خود پاک ہے اور پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے۔

مسلمان کو کسی دوسرے کے سامنے قربانی کے لیے یا غیر قربانی کے لیے دست سوال دراز نہیں کرنا چاہیے چاہے بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے گدائی کی مذمت فرمائی ہے۔

بنا بریں اگر اس کے پاس پیسے ہوں تو اپنے پاس سے قربانی دے دے اور اگر قربانی کی استطاعت نہ ہو تو تین روزے ایام حج میں رکھے اور سات واپس گھر آ کر۔

ایام حج کے روزوں میں اسے اختیار ہے۔ چاہے قربانی سے پہلے

رکھے چاہے قربانی کے دن کے بعد ایام تشریق میں رکھ لے جیسا کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذَٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾

''جس نے عمرہ اور حج اکٹھے کیے' اس کے لیے جو قربانی اسے میسر ہو اور جو قربانی نہ پائے پس تین دن کے روزے رکھے' ایام حج میں اور سات جبکہ تم واپس لوٹو' یہ دس دن مکمل' یہ اس کے لیے ہیں جو مسجد حرام کا رہنے والا نہ ہو۔''

اور صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت صرف اس کے لیے ہے جو قربانی کے جانور کی استطاعت نہ رکھتا ہو اور یہ روایت حدیث مرفوع کا درجہ رکھتی ہے۔

اس سلسلہ میں افضل یہی ہے کہ تین روزے عرفات کے دن سے پہلے ہی ہوں تاکہ عرفات کے دن روزہ نہ رکھنا پڑے اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عرفات کے دن روزہ نہیں رکھے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ویسے بھی حجاج کے لیے یوم عرفات کا روزہ ممنوع قرار دیا ہے اور اس لیے بھی کہ

روزہ کے بغیر آدمی زیادہ آسانی اور آسائش سے ذکر واذکار اور دعا میں مشغول رہ سکتا ہے۔ باقی ان تین روزوں کا اکٹھا اور الگ الگ رکھنا دونوں طرح درست ہے اور اس طرح بقیہ روزوں کا اکٹھا رکھنا شرط نہیں ہے۔ بلکہ جس طرح کسی کا جی چاہے رکھ لے' اکٹھے یا الگ الگ۔ کیونکہ قرآن اور حدیث میں اس کی کوئی پابندی نہیں۔

ان سات روزوں کا گھر واپس لوٹ کر رکھنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ ''سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ'' فرمایا ہے۔

یاد رکھیے کہ قربانی نہ ہونے کی صورت میں روزے رکھنا' بادشاہوں یا کسی اور کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے زیادہ بہتر ہے۔

ہاں اگر کسی کو بن مانگے اور بن چاہے کسی سے تحفہ تحائف میں قربانی کا جانور یا اور کوئی چیز مل جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

جہاں تک جھوٹ بول کر کسی دوسرے کے نام پر حکومت سے قربانی کے لیے جانور لینے کا سوال ہے تو یہ قطعی حرام ہے اور اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اللہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین!

امر بالمعروف اور نماز باجماعت

حاجی اور غیر حاجی کے لیے بھی سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ نیکی کی تلقین کرے اور برائی سے روکے اور پنجگانہ نماز باجماعت ادا کرے جیسا کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے۔ اور جہاں تک مکہ کے بہت سے رہنے والوں

اور دوسرے لوگوں کا تعلق ہے کہ وہ نمازیں گھروں میں پڑھتے ہیں اور مسجدوں میں نہیں جاتے تو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ایسا کرنا ناجائز اور خلاف شرع ہے اور انہیں اس سے روکنا لازم ہے اور لوگوں کو مسجدوں میں ہی ادائیگی نماز کی تلقین کرنی چاہیے اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اندھا ہونے کے باوجود گھر میں نماز کی اجازت نہیں دی جبکہ انہوں نے کہا تھا کہ میرا گھر بھی مسجد سے دور ہے تو آپ نے اسے فرمایا تھا: تم اذان کی آواز سنتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! تو آپ نے فرمایا: ''پھر مسجد آؤ۔''

دوسری روایت میں ہے آپ نے فرمایا، ''میں تیرے لیے کوئی اجازت نہیں پاتا'' اور آپ نے یہ بھی ارشاد کیا ہے:

''میں چاہتا ہوں کہ نماز کا حکم دوں پھر کسی کو امامت کے لیے کھڑا کروں اور خود ان کے گھروں کو جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھروں کو ان پر جلادوں۔''

سنن ابن ماجہ وغیرہ میں عمدہ اسناد کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ يَأْتِ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ اِلَّا مِنْ عُذْرٍ))

''اگر کوئی اذان سن کر مسجد میں بغیر عذر کے نہیں آتا اس کی کوئی نماز نہیں۔''

اور صحیح مسلم میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں

نے کہا:

''جو چاہتا ہے کہ کل اللہ کو مسلمان کی حیثیت سے ملے تو اسے نمازوں کی پابندی کرنی چاہیے جب کہ ان کے لیے پکارا جائے۔ اللہ نے اپنے نبی کے لیے ہدایت کے طریقے بنائے اور اذانیں بھی ہدایت کے طریقوں میں سے ہیں اور اگر تم بھی اسی طرح اپنے گھروں میں نمازیں پڑھنے لگو جس طرح یہ گھر میں بیٹھنے والا پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی کی سنت چھوڑ بیٹھو گے اور تم نے اپنی نبی کی سنت چھوڑ دی تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ یاد رکھو! جب بھی کوئی شخص صحیح طریقہ پر وضو کر کے ان مسجدوں میں سے کسی ایک میں آتا ہے تو اللہ اس کے ہر قدم کے بدلہ ایک نیکی لکھ لیتے ہیں' ایک درجہ بلند کر دیتے ہیں اور ایک گناہ معاف کر دیتے ہیں۔ تم نے ہم کو دیکھا ہے کہ نمازوں سے مسجدوں میں صرف منافق اور کھلا منافق ہی پیچھے رہتا ورنہ لوگ گرتے پڑتے بھی مسجد میں آ کر صف میں کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔''

حجاج پر یہ بھی لازم ہے کہ اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے بچے رہیں اور زنا' بدکاری' چوری سود اور مال یتیم کے کھانے سے اجتناب کریں۔ کسی کے ساتھ معاملات میں دھوکہ نہ کریں' امانتوں میں خیانت نہ کریں' نشہ آور چیزیں نہ کھائیں نہ پئیں' سگریٹ نوشی سے بچیں' کپڑے ٹخنوں سے لٹکا کر نہ رکھیں۔ تکبر' ریا' غیبت' چغلی اور مسلمانوں کا ٹھٹھا مذاق نہ اڑائیں۔ آلاتِ لہو مثلاً ریکارڈز' بین' باجا وغیرہ نہ بجائیں' گانے نہ سنیں' ریڈیو میں وقت ضائع نہ کریں۔ شطرنج' جوسر اور جوا وغیرہ نہ کھیلیں' تصویر نہ کھینچیں نہ کھینچوائیں نہ

اسے پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں۔

یہ سب ایسی بری چیزیں ہیں جن کو اللہ نے اپنے بندوں پر ہر جگہ اور ہر وقت ممنوع قرار دیا ہے۔ اس لیے حاجیوں کو اور بیت اللہ الحرم کے پڑوسیوں کو تو خصوصًا ان چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے اس لیے کہ مکہ ایسے مقدس شہر میں جسے رب نے بلدامین قرار دیا ہے۔ ان کا گناہ زیادہ اور ان پر عذاب سخت ہے۔ جیسا کہ رب نے خود ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾

''جس نے اس میں کجی اور ظلم کا ارادہ کیا اسے ہم دردناک عذاب میں مبتلا کریں گے۔''

جب ارادہ پر اتنی کڑی وعید ہے تو ارتکاب پر کیا کچھ نہ ہوگا۔ بلاشبہ ارتکاب ارادہ سے بہت بڑا ہے اس لیے ان تمام گناہوں سے حاجی کو بالخصوص اجتناب کرنا چاہیے اور حاجی کو حج کا ثواب اور گناہوں سے معافی مل بھی تب ہی سکتی ہے جبکہ ان گناہوں سے بچا رہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

''جس نے حج کیا اور کوئی گناہ اور برائی نہیں کی وہ اس طرح واپس لوٹا جس طرح اس کی ماں نے اسے آج ہی جنا ہو۔''

ان برائیوں میں سے سب سے بڑی برائی اور گناہوں میں سے بڑا گناہ مردوں سے دعا مانگنا۔ اور مدد طلب کرنے کا گناہ ہے پھر ان کی نذریں دینا۔ چڑھاوے چڑھانا۔ ذبیحے کرنا تاکہ وہ اس کے لیے اللہ کے ہاں

سفارش کریں یا اس کے بیمار کو شفا دیں یا گمشدہ کو واپس لوٹا دیں' وغیرہ وغیرہ۔ اس لیے کہ یہ وہ شرک اکبر ہے جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے اور یہی وہ جاہلیت کے مشرکوں کا دین ہے جس کی تردید کے لیے اللہ نے رسولوں کو مبعوث کیا۔ اور کتابوں کو نازل کیا۔ پس ہر حاجی اور غیر حاجی کو اس سے بچنا چاہیے اور جو سابقہ گزر چکا ہو اس کی معافی مانگنی چاہیے اور نئے سرے سے حج کرنا چاہیے۔ اگر پہلے شرک کی حالت میں حج کر چکا ہے' کیونکہ شرک سے تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں جیسا کہ رب نے کہا:

﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

''اگر وہ (سابقہ انبیاء) بھی شرک کا ارتکاب کرتے تو ان کے تمام اعمال ضائع کر دیے جاتے۔''

شرک اصغر کی قسموں میں سے ایک قسم غیر اللہ کی قسم کھانا بھی ہے چاہے وہ نبی کی قسم ہو یا کعبہ کی یا کسی اور چیز کی۔

اسی طرح ریاکاری اور جھوٹی شہرت بھی شرک اصغر ہی کی ایک قسم ہے۔ یوں کہنا کہ جیسے اللہ چاہے اور آپ چاہیں۔'' یا یہ کہ اگر اللہ نہ ہوتا اور آپ نہ ہوتے'' یا یہ ''اللہ نے دیا ہے اور آپ نے''۔ یہ سب بھی شرکیہ کلمات ہیں' ان کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہیے اور لوگوں کو اس سے منع کرنا چاہیے' کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

''جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی پس وہ کافر ہو گیا یا مشرک۔''

اس حدیث کو احمد' ابوداؤد اور ترمذی نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا

ہے۔ ایک دوسری صحیح حدیث میں ہے: آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''جس نے قسم اٹھانا ہو اللہ کے نام کی قسم اٹھائے یا خاموش رہے۔''

اور آپ نے یہ بھی فرمایا: ''جس نے امانت کی قسم اٹھائی وہ ہم میں سے نہیں۔''

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

''مجھے تم پر سب سے زیادہ شرک اصغر کا خوف ہے۔'' لوگوں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟'' آپ نے فرمایا، ''ریا کاری۔''

نیز فرمایا: ''یوں نہ کہو جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے بلکہ یوں کہو جو اللہ چاہے پھر فلاں چاہے۔''

نسائی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

''ایک آدمی نے کہا: یارسول اللہ ﷺ جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے مجھے اللہ کا شریک بنادیا ہے (صرف یہ کہو) جو اللہ اکیلا چاہے۔''

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ توحید کا کس قدر خیال رکھتے تھے اور اپنی امت کو شرک اصغر اور شرک اکبر سے کتنا محفوظ رکھتے تھے اور آپ کی کتنی خواہش تھی کہ آپ کی امت کا ایمان محفوظ رہے اور وہ اللہ کے عذاب اور اس کے اسباب غضب سے بچے رہیں۔ پس اللہ آپ کو اس کی بہترین جزاء عطا فرمائے آپ نے کس طرح رب کا پیغام پہنچایا' امت کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا' انکی خیر خواہی کی۔ اللہ ان پر روز قیامت تک بے

شمار درود سلام بھیجے۔ آمین!

حجاج میں سے اہل علم لوگوں پر اور مکہ و مدینہ کہ علماء پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو گناہوں اور شرک سے اجتناب کی تلقین کریں اور انہیں وہ باتیں بتلائیں جن کے کرنے کا رب نے حکم دیا ہے۔ تاکہ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی سے آشنا کیا جائے اور اس فریضہ کی ادائیگی کی جائے' جو رب نے ان پر عائد کیا ہے:

﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ﴾

''اسے اللہ نے ان لوگوں سے عہد لیا ہے جنہیں کتاب عطا کی گئی کہ تم اسے لوگوں کے سامنے بیان کرو گے اور چھپاؤ گے نہیں۔''

اور اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ اس امت کے علماء کو ان کی روش پر چلنے سے باز رکھا جائے جنہوں نے ذاتی مفادات کے لیے حق کو چھپائے رکھا۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾

''بے شک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں اس چیز کو جو ہم نے نازل کی ہے بینات اور ہدایت سے جبکہ ہم نے اسے لوگوں کے لیے کتاب میں بیان بھی

کر دیا ہے یہی ہیں وہ لوگ جن پر اللہ اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں ماسوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کی اور حق کو بیان کیا پس وہی لوگ ہیں جن کی میں توبہ قبول کرتا ہوں اور میں ہوں بھی بڑا توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا۔"

قرآن و حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا اور انہیں ان کے مقصد تخلیق سے آگاہ کرنا یہ سب سے افضل کاموں میں سے ایک اور اہم ترین واجبات میں سے ہے اور یہ نبیوں اور ان کے متبعین کا کام ہے۔ رب ذوالجلال کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾

"اس سے بہتر کس کی بات ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں۔"

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾

"کہہ دو کہ یہ ہے میرا طریقہ بلاتا ہوں میں اللہ کی طرف بصیرت سے میں بھی اور میرے پیروکار بھی اور پاک ہے اللہ اور میں مشرکوں میں سے نہیں۔"

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''جس نے نیکی پر راہنمائی کی اس کے لیے نیکی کرنے والے کا ثواب ہے۔'' (صحیح مسلم)

اور آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

''اگر تیری وجہ سے اللہ ایک آدمی کو ہدایت دے تو یہ تیرے لیے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے۔''

اس حدیث کی صحت پر سب کا اتفاق ہے اور اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات واحادیث موجود ہیں۔

پس اہل علم اور اہل ایمان کو چاہیے کہ وہ دعوت الی اللہ کے لیے اپنی کوششوں کو دگنا کردیں اور ان لوگوں کو بتلائیں کہ وہ نجات کیسے پاسکتے ہیں اور ہلاکت سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ خواہش وہوس کا دور ہے اور غلط روی عام ہے اور گمراہ کن نعرے اور افکار ہر سو پھیلے ہوئے ہیں اور علمائے حق اور علمائے ربانی کم الحادو فساد کے داعی زیادہ ہیں۔ فالله المستعان ولا حول وال قوة الا بالله العلی العظیم۔

مکہ مکرمہ سے واپسی

حجاج کو چاہیے کہ جب تک وہ مکہ مکرمہ میں رہیں کثرت سے اللہ کا ذکر اور اس کی اطاعت اور نیک اعمال' نوافل اور بیت اللہ کے طواف میں بہت زیادہ مصروف رہیں اس لیے کہ حرم ہیں نیکیاں بڑھ جاتی ہیں اور برائیاں شدت اختیار کرلیتی ہیں۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ پر کثرت سے درود وسلام پڑھنا بھی مستحب ہے اور جب حاجی مکہ مکرمہ سے وداع ہونا چاہیں تو انہیں الوداعی طواف بھی ضرور کرنا چاہیے تاکہ مکہ میں ان کا آخری کام بیت اللہ کا طواف ہی ہو۔ حیض اور نفاس والی عورت اس سے مستثنیٰ ہے کہ ان پر طواف وداع نہیں جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ نے لوگوں کو اس کا حکم دیا کہ مکہ سے رخصتی پر طواف وداع ضرور کریں مگر حیض والی عورتوں کو اس سے مستثنیٰ فرمایا۔ یہ حدیث بالاتفاق صحیح ہے۔

الوادعی طواف کے بعد سیدھے مسجد حرام سے باہر نکلنا چاہیے الٹے نکلنا درست نہیں کہ کہیں کعبہ کی طرف پیٹھ نہ ہو جائے کیونکہ ایسا کرنا حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں ہے بلکہ ایسا کرنا بدعت ہے اور آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''جس نے ایسا کام کیا جس کا ہم نے حکم نہیں دیا وہ مردود ہے۔''

اور آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

''ہر نئی تراشی ہوئی بات سے بچو کہ دین میں ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی۔''

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے دین پر ثابت قدم رکھے اور دین کی مخالفت سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

فصل

مسجد نبوی کی زیارت کے بارے میں:

حج سے پہلے یا حج کے بعد مسجد نبوی ﷺ کی زیارت سنت ہے۔ جیسا کہ بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿صَلٰوةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا خَيْرٌ مِنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ فِيْمَا سِوَاهُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ﴾

''میری اس مسجد میں ایک نماز دوسری مسجدوں میں ادا کی گئی ہزار نماز سے بہتر ہے ماسوائے مسجد حرام کے۔''

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ صَلٰوةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ فِيْمَا سِوَاهُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ)) (رواہ مسلم)

عبداللہ بن الزبیر بھی اسی طرح روایت کرتے ہیں:

((قَالَ رَسُوْلُ ﷺ صَلٰوةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ فِيْمَا سِوَاءُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَصَلٰوةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَفْضَلُ مِنْ مِائَةِ صَلٰوةٍ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا))

(اخرجہ احمد وابن خزیمۃ وابن بن حبان)

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری اس مسجد میں ایک نماز دوسری مسجدوں میں ادا کی گئی ہزار نمازوں سے افضل ہے ماسوائے مسجد حرام کے کہ مسجد حرام میں ادا کی گئی ایک نماز میری اس مسجد میں ادا کی گئی ایک سو نمازوں سے افضل ہے۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

''میری اس مسجد میں ادا کی گئی ایک نماز مسجد حرام کے سوا دیگر مسجدوں میں ادا کی گئی ہزار نمازوں سے بہتر ہے اور مسجد حرام میں ادا کی گئی ایک نماز دوسری مسجدوں میں ادا کی گئی ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے۔'' (احمد و ابن ماجہ)

اس طرح کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔ بہرحال جب زائر مسجد نبوی ﷺ میں پہنچے تو اسے سب سے پہلے یہ کہتے ہوئے اپنا دایاں پاؤں مسجد میں داخل کرنا چاہیے: بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَ بِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ' اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

بالکل اسی طرح جس طرح دوسری مساجد میں داخلہ کے وقت کہتا ہے یاد رہے کہ مسجد نبوی میں داخلہ کے لیے کوئی خاص دعا یا ذکر ثابت نہیں ہے۔

پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نفل پڑھے اور اپنے لیے دین و دنیا کی فلاح و بہبود کی دعا مانگے۔ اگر دو رکعت نفل روضہ میں ادا کیے جائیں تو زیادہ

بہتر ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: ((مَا بَيْنَ بَيْتِي وَ مِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ)) ''میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے قطعات میں سے ایک قطعہ ہے۔''

نوافل سے فارغ ہو کر آنحضرت ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھیوں ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کی قبروں کی زیارت کرے اور زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ کی قبر اطہر کے سامنے ادب کے ساتھ کھڑے ہو کر پست آواز سے حضور ﷺ پر یہ کہتے ہوئے سلام پڑھے:

﴿اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ﴾

کیونکہ سنن ابی داؤد میں اچھی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب بھی کوئی مجھ پر سلام پڑھتا ہے' اللہ میری روح کو لوٹاتا ہے اور میں فوراً اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔''

(اس کی کیفیت انسانی فہم سے ماوراء ہے۔ اللہ عزوجل ہی جانتا ہے البتہ یہ روایت مطلق ہے اس سے جسم میں لوٹانا ثابت نہیں۔ ویسے بھی اس میں ایک راوی مختلف فیہ' واللہ اعلم بالصواب محمد افضل)

اگر زائر سلام کے لیے یہ الفاظ کہے:

((اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خِيَرَةَ اللّٰهِ مِنْ خَلْقِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامَ الْمُتَّقِيْنَ ' اَشْهَدُ اِنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّيْتَ الْاَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ وَجَاهَدْتَ فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ))

تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں کیونکہ یہ سب کے سب حضور کے اوصاف مبارکہ ہیں اور پھر آپ پر درود پڑھے اور آپ کے لیے دعا مانگے کیونکہ قرآن پاک میں صلوۃ وسلام دونوں کا حکم آیا ہے۔

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾

اس کے بعد زائر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر سلام کہے اور ان کے لیے دعا مانگے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی عادت یہ تھی کہ وہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دونوں رفقا پر سلام پڑھا کرتے تو اس سے زیادہ نہ فرماتے: ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَابَكْرٍ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَتَاهُ''

قبر شریف کی زیارت میں یہ بات ملحوظ رہے کہ یہ زیارت صرف مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو قبروں کی زیارت سے منع کیا ہے اور قبروں کی زیارت کرنے والی ان پر مسجد بنانے والی اور چراغ جلانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔

مدینہ منورہ میں مسجد نبوی میں نماز اور دعا کی نیت سے آنا بالکل جائز اور درست ہے جیسا کہ سابقہ احادیث کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔

اور زائرِ مدینہ کو چاہیے کہ وہ پانچوں نمازیں مسجد نبوی میں ادا کرے اور اس میں سے زیادہ سے زیادہ ذکر واذکار و نوافل میں مشغول رہے اور اس کے اجر وثواب کو غنیمت سمجھے اور کوشش کرے کہ زیادہ سے زیادہ نوافل ریاض الجنۃ میں ادا کیے جائیں کیونکہ آنحضرت سے اس کی فضیلت میں حدیث پہلے

بیان ہو چکی ہے۔

جہاں تک فرضی نمازوں کا تعلق ہے تو ان کی ادائیگی میں زائر کو پہلی صفوں کا خصوصی لحاظ رکھنا چاہیے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے پہلی صف کی خصوصی فضیلت بیان فرمائی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا:

''اگر لوگوں کو اذان اور پہلی صف کی فضیلت کا علم ہو جائے تو پھر اگر اس کے لیے انہیں قرعہ ڈالنا پڑے تو اس سے بھی دریغ نہ کریں۔'' (بخاری ومسلم)

اور اسی طرح آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

''آگے بڑھو اور میری اقتدا کرو اور تمہارے بعد والے لوگ تمہاری اقتدا کریں اور آدمی ہمیشہ نماز سے پیچھے رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ اسے مؤخر کر دیتا ہے۔'' (مسلم)

ابوداؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''پہلی صف سے پیچھے رہنے والوں کو اللہ جہنم میں بھی پیچھے کر کے ڈالے گا۔''

صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا'' اللہ کے رسول وہ کیسے اپنے رب کے پاس صفیں باندھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''وہ پہلے پہلی صف کو پورا کرتے ہیں اور اچھی طرح مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔''

اس حدیث کو مسلم شریف میں روایت کیا گیا ہے اور اس طرح کی اور

بھی بہت سے احادیث موجود ہیں اور اس بارے میں مسجد نبوی اور دیگر تمام مساجد کے لیے حکم ایک ہی ہے۔ اس سلسلہ میں حضور اکرم ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو صفوں کے دائیں جانب زیادہ ترغیب دلاتے تھے اور یہ معلوم ہی ہے کہ آپ کی اصل مسجد میں دائیں جانب ریاض الجنۃ سے باہر بنی ہوئی تھی۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پہلی صفیں اور صفوں کی دائیں جانب فرضی نماز میں ریاض الجنۃ سے زیادہ افضل ہے۔ اس لیے فرض نمازوں میں پہلی صفوں میں کھڑا ہونا ریاض الجنۃ میں کھڑا ہونے سے زیادہ افضل ہے اور یہ بات احادیث نبوی ﷺ سے اظہر من الشمس ہے۔

مسجد نبوی میں حجرہ مبارکہ کو چھونا یا اس کو بوسہ لینا یا اس کا طواف کرنا جائز نہیں کیونکہ ایسا کرنا کسی سے بھی ثابت نہیں بلکہ اس کے برعکس ایسا کرنا بدعت اور ناجائز ہے۔

اسی طرح رسول اکرم ﷺ سے حاجت برداری مصیبت سے نجات اور بیماری وغیرہ سے شفا مانگنا بھی ناجائز ہے۔ اس لیے کہ یہ سب چیزیں تنہا اللہ سے مانگی جاتی ہیں اور غیر اللہ اور مردوں سے ان کا مانگنا شرک اور غیر اللہ کی عبادت کے مترادف ہے جبکہ اسلام کی بنیاد ہی دو چیزوں پر ہے: ایک یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے۔ دوسری یہ کہ عبادت اسی طرح کی جائے جس طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے اور ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کا یہی معنی ہے۔

اسی طرح کسی کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے شفاعت طلب کرے۔ کیونکہ شفاعت اللہ کی ملکیت ہے اس لیے صرف اسی سے اس کا سوال کیا جائے جیسا کہ خود اس نے فرمایا ہے:

﴿قُلْ لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا﴾

"پس یوں کہنا چاہیے:

"اللہ اپنے نبی کو میرا شفیع بنا' اللہ اپنے فرشتوں کو میرا سفارشی بنا' اللہ میرے فوت شدہ بچوں کو میرا سفارشی بنا۔"

مردوں سے کوئی بھی چیز طلب نہ کی جائے' چاہے شفاعت ہو' چاہے کچھ اور۔ چاہے وہ نبی ہوں' چاہے غیر نبی۔ اس لیے کہ نہ تو اس کی اجازت ہے اور نہ ہی اس لیے کہ مردے کے تو تمام عمل منقطع ہو جاتے ہیں ماسوا ان کے جن کو شارع نے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب آدمی مرجاتا ہے' اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں مگر تین جانب سے صدقہ جاریہ یا علم نافع یا ولد صالح کہ جو اس کے لیے دعا مانگتا ہے۔"

نبی اکرم ﷺ سے اپنی زندگی میں اور قیامت کے دن شفاعت طلب کرنا جائز ہے کیونکہ قیامت کے دن آپ کو شفاعت کرنے کی اجازت ہوگی

اور دنیا میں بھی آپ لوگوں کے لیے رب سے دعا مانگا کرتے تھے اور دنیا میں تمام لوگوں سے بھی شفاعت طلب کی جاسکتی ہے اور ہر مسلمان اپنے دوسرے بھائی کو کہہ سکتا ہے، میرے لیے اپنے رب سے فلاں فلاں چیز کا سوال کرو اور جس سے شفاعت طلب کی جائے اسے جائز ہے کہ وہ اپنے رب سے اپنے بھائی کے لیے اس کی مطلوبہ چیز کے لیے دعا کرے بشرطیکہ اس چیز کے لیے دعا کرنا حلال ہو۔ جہاں تک قیامت کا تعلق ہے اس میں کسی کے لیے اس وقت تک سفارش کی اجازت نہیں جب تک کہ رب اس کی اجازت مرحمت نہ کرے جیسا کہ خود اس کا ارشاد گرامی ہے:

﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾

"کون ہے جو اس کے ہاں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے۔"

مردوں کی حالت کو زندہ کی حالت پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی بعث ونشور کے بعد کی حالت پر کیونکہ ماسوا ان اعمال کے جن کا ذکر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔ باقی سب اعمال مردوں سے منقطع ہو جاتے ہیں اور دوسرے سے شفاعت کو حضور نے مستثنیٰ نہیں فرمایا اس لیے مردوں سے سفارش طلب نہیں کی جاسکتی۔

جہاں تک نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد حیات برزخی کا تعلق ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ شہدا کی حیات سے زیادہ کامل ہے مگر وہ اس طرح کی حیات نہیں جس طرح کہ موت سے پہلے کی حیات ہوتی ہے بلکہ وہ ایسی زندگی ہے جس کی حقیقت وکیفیت کو اللہ ہی جانتا ہے کیونکہ حدیث شریف

میں ہے: ''جب بھی کوئی مجھ پر سلام کہتا ہے تو اللہ مجھ پر میری روح کو لوٹاتا ہے اور میں اس کی سلام کو جواب دیتا ہوں۔''

(پہلے اس سے متعلق تین وجہ سے کلام گزر چکی ہے ص۸۱)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور فوت ہو چکے ہیں اور آپ کی روح مبارک آپ کے جسم اطہر سے الگ ہو چکی ہے لیکن وہ سلام کے وقت لوٹائی جاتی ہے۔ اسی طرح قرآن وسنت کے اور بہت سے دلائل ہیں جن سے حضور اکرم ﷺ کی وفات ثابت ہوتی ہے اور اس پر اہل علم کا اتفاق ہے اگرچہ اس سے برزخی حیات کی نفی نہیں ہوتی۔ جس طرح کہ شہدا کی موت سے ان کی برزخی زندگی کی تردید نہیں ہوتی جس کا ذکر رب قدوس نے اپنے کلام مجید میں کیا ہے:

﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴾

''اور مت گمان کرو ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل ہوئے مردے بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ رزق دیے جاتے ہیں۔''

ہم نے اس مسئلہ پر اس لیے تفصیل سے گفتگو کی ہے کیونکہ عام لوگ اس معاملہ کو نہیں سمجھتے اور مردوں سے حاجات طلبی میں شرک اور مردہ پرستی تک جا پہنچتے ہیں۔ اللہ ہم سب کو شریعت مطہرہ کی مخالفت سے محفوظ رکھے۔ آمین!

زائرین کے لیے نبی اکرم ﷺ کی قبر اطہر کے پاس آواز بلند کرنا اور

دیر تک ٹھہرے رہنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے نبی کی آواز سے بلند کرنا ممنوع قرار دیا ہے اور انہیں آپ کے حضور پست آواز سے بات کرنے کی تلقین فرمائی ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○ إِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيْمٌ ○﴾ (الحجرات:۲۔۳)

''اے مومنو! پیغمبر کی آواز سے اپنی آوازوں کو اونچا نہ کرو اور نبی اکرم ﷺ سے اس طرح بات نہ کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے پکار کرتے ہو' ایسا نہ ہو تمہارے اعمال غارت ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو بیشک جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے اپنی آوازیں دھیمی رکھتے ہیں انہی کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے آزمایا ہے۔ ہاں ان کے لیے بخشش ہے اور بڑا ثواب۔''

اور جہاں تک زیادہ دیر حضور کی قبر اطہر کے پاس ٹھہرنے اور وہاں بار بار جانے کا تعلق ہے اس کے لیے ممانعت ہے کہ اس سے قبر اطہر کے پاس بھیڑ ہو جاتی ہے اور آوازیں بڑھ جاتی ہیں جس سے انہی آیات کریمہ کی مخالفت کا خدشہ ہے اور نبی اکرم ﷺ کے احترام میں خلل پڑنے کا خدشہ

جبکہ حضور کا احترام زندگی میں بھی اور وفات کے بعد لازمی اور ضروری ہے۔ بنا بریں آپ کی قبر مبارک کے پاس کوئی خلاف ادب بات نہیں کرنی چاہیے۔ حضور ﷺ کی قبر کی طرف رخ کر کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ناجائز ہے۔ کیونکہ سلف صالحین اور صحابہ کرام سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا' بلکہ ایسا کرنا بدعت ہے اور حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

> ''میری پیروی کرو اور میرے بعد میرے خلفاء راشدین کی جو راہ راست پر ہیں۔ اس پر تمسک کرو اور مضبوطی سے تھامے رہو اور من گھڑت باتوں سے اجتناب کرو کہ من گھڑت باتیں دین میں بدعت ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

اس حدیث کو ابوداؤد اور نسائی نے اچھی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس طرح بخاری ومسلم میں روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ہمارے دین میں وہ چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں وہ مردود ہے۔''

اسی طرح مسلم شریف میں ہے جس نے وہ کام کیا جس کا ہم نے حکم نہیں دیا وہ مردود ہے۔

حضرت زید العابدین سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو قبر اطہر کے پاس دعا مانگتے ہوئے دیکھا اور آپ نے اس کو روکا اور ارشاد کیا کہ کیا میں تمہیں ایک ایسی حدیث نہ سناؤں جو میں نے اپنے باپ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے سنی' انہوں نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اکرم

ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا وَلَا بُیُوْتَکُمْ قُبُوْرًا وَصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ تَسْلِیْمَکُمْ یَبْلُغُنِیْ اَیْنَ کُنْتُمْ﴾

''میری قبر پر میلہ نہ لگاؤ اور اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ اور مجھ پر درود بھیجو' تمہارے سلام مجھ کو پہنچتے ہے چاہے تم کہیں بھی ہو۔''

اس حدیث کو امام مقدسی نے اپنی کتاب ''مختارہ'' میں روایت کیا ہے۔

اسی طرح حضور پر سلام کہتے ہوئے اس طر ہاتھ باندھنا جس طرح نماز میں باندھے جاتے ہیں جائز نہیں۔ اسی طرح بادشاہوں اور حکام کو سلام کہتے ہوئے بھی اس طرح کرنا جائز نہیں اس لیے کہ اس طرح کی عاجزی و انکساری اور عبادت کا انداز رب کے علاوہ اور کسی کے لیے جائز نہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے ارشاد فرمایا ہے کہ حق کے طلب گار سلف صالحین کے پیروکار کے لیے اس میں کوئی ابہام اور اخفا نہیں' ہاں اگر کوئی اپنی آنکھوں پر تعصب اور اندھی تقلید کی پٹی باندھ لے تو اور بات ہے ہم اس کے لیے رب سے ہدایت کی توفیق کے علاوہ اور کچھ نہیں مانگ سکتے۔

اسی طرح بعض لوگ دور ہی سے قبر اطہر کا رخ کر کے دعا مانگتے ہیں یا سلام پڑھتے ہیں اس کی بھی کوئی دلیل نہیں اور یہ بھی بدعات میں سے ہی ہے اور مسلمان کو اس قسم کی تمام خود ساختہ باتوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: اس امت کے آخری لوگوں کی اصلاح ایسی چیز کو اپنا کر ہو سکتی ہے جس سے امت کے اولین لوگوں کی ہوتی ہے۔

اور سب جانتے ہی ہیں کہ امت مسلمہ کے اولین لوگ حضور کریم ﷺ کے نقش قدم اور آپ کے خلفائے راشدین اور اصحاب کرام کی اتباع ہی سے کامیاب و کامران ہوئے اور ہم بھی اسی طرح کامیابی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔ رب العزت ہمیں اس سعادت سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین!

قبر نبوی ﷺ کی زیارت واجب نہیں

نبی اکرم ﷺ کی قبر اطہر کی زیارت کے لیے شرط واجب نہیں جس طرح کہ عام لوگوں کا خیال ہے بلکہ مسجد نبوی ﷺ کے زائر کے لیے اس کی زیارت مستحب ہے۔ اگر کوئی شخص مدینہ سے دور رہتا ہو تو اسے مسجد نبوی ﷺ کی زیارت کا مقصد کر کے جانا چاہیے۔ قبر مطہر کا نہیں مسجد شریف میں پہنچ کر قبر مبارک اور صدیق و فاروق کی قبروں کی بھی زیاردت کرے۔ اسی طرح اصل مقصد مسجد نبوی ﷺ کی زیارت ہی کا کرے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: تین مسجدوں، مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے شد رحال کرنا درست نہیں۔ (بخاری و مسلم)

اگر حضور ﷺ کی قبر مبارک یا کسی دوسرے کی قبر کے لیے شد رحال کرنا جائز ہوتا تو آپ علیہ السلام اپنی امت کو ضروری اس کی ہدایت اور تلقین فرماتے اور اس کے فضائل بھی بیان فرما دیتے کیونکہ آپ نے اپنی امت کو کسی بھلائی کے کام سے محروم نہیں رکھا جیسا کہ ہر برائی سے منع بھی فرما دیا ہے۔

ہاں اس کے برعکس آپ نے ان تین مسجدوں کے علاوہ شد رحال

سے منع ضرور فرمایا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد کیا ہے۔: میری قبر پر میلہ نہ لگاؤ اور اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ اور مجھ پر درود بھیجو کہ تم جہاں سے بھی درود بھیجو مجھ تک پہنچ جاتا ہے اور نبی ﷺ کی قبر اطہر کے لیے شدر حال اس پر میلہ لگانے کے مترادف ہے۔ اس میں مبالغہ اور غلو کا بھی خدشہ ہے۔ جس کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے شدر حال منع فرمایا ہے۔

اس سلسلہ میں لوگ جتنی بھی روایات کی قبر اطہر کی طرف شدر حال کے جواب میں پیش کرتے ہیں وہ سب کی سب ضعیف ہی نہیں بلکہ موضوع ہیں، جس طرح کہ امام دارقطنی، امام بیہقی، امام ابن حجر وغیرہ نے بیان فرمایا ہے۔ اس لیے ان روایات سے ان احادیث کا مقابلہ نہیں کرنا چاہیے جو کہ بالکل صحیح اور حضور ﷺ سے ثابت ہو۔

آخر میں ہم چند روایات کو پیش کرتے ہیں جو کہ حضور کی قبر اطہر کی طرف شدر حال کے لیے گھڑی گئی ہیں تاکہ تمام لوگ ان سے باخبر رہیں اور کسی دھوکہ میں نہ آئیں۔

ان میں سے پہلی روایت یہ ہے: ((من حج ولم يزرني فقد جفاني)) ''جس نے حج کیا اور میری زیارت نہیں کی اس نے میرے ساتھ زیادتی کی''۔

دوسری روایت یہ ہے کہ ''جس نے میرے مرنے کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی''۔

نیز ''جس نے میری اور میرے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ایک ہی سال

میں زیارت کی، میں اس کے لیے اللہ کی جانب سے جنت کا ضامن بن گیا۔"

اور "جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔"

یہ اور اس طرح کی چند دوسری روایات ہیں جن میں سے ایک بھی نبی اکرم ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب "تلخیص" میں ایسی تمام روایات کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: "یہ سب روایات ضعیف ہیں۔"

حافظ عقیلی نے فرمایا ہے۔ "اس طرح کی کوئی حدیث بھی صحیح نہیں۔"

اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے تو فرمایا ہے۔ یہ سب کی سب روایات من گھڑت اور خانہ ساز ہیں۔

اور ان کے من گھڑت ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک سے اس طرح کا عمل ثابت نہیں، اور اگر ایسی کوئی بات درست ہوتی تو صحابہؓ ضرور اس پر عمل کرتے اور امت کو اس کی تلقین فرماتے اور لوگوں کو اس کی ترغیب دلاتے، کیونکہ کائنات میں ان سے زیادہ کوئی بھی امت مسلمہ کا بہی خواہ اور شریعت کا عالم پیدا نہیں ہوا۔

بنا بریں ہمیشہ شد رحال مسجد نبوی کی نیت سے کرنا چاہیے اگرچہ اس ضمن میں قبر شریف کی زیارت بھی ہو جاتی ہے۔

مسجد قبا اور بقیع کی زیارت

زائر مدینہ کے لیے مسجد قبا کی زیارت اور اس میں دو رکعت نماز ادا کرنا مستحب ہے جیسا کہ بخاری و مسلم میں آیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ مسجد قبا کی زیارت کے لیے پیادہ پا اور سواری پر بیٹھ کر جایا کرتے اور اس میں دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو اپنے گھر سے باوضو ہو کر مسجد قبا میں آیا اور وہاں نماز پڑھی اس کے لیے عمرہ کا ثواب ہے۔''

(اس حدیث کو احمد، نسائی، ابن ماجہ اور امام حاکم نے روایت کیا ہے)

الفاظ ابن ماجہ کے ہیں:

اس طرح زائر مدینہ کے لیے جنت البقیع اور شہدا کی قبروں نیز حضرت حمزہ کی قبر کی زیارت مسنون ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ ان کی زیارت فرماتے اور ان کی بخشش کی دعا مانگتے۔

اور اس لیے بھی کہ آپ نے فرمایا ہے: ''قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ ہمیں آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔''

نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا جب وہ قبروں کی زیارت کے لیے جائیں تو یہ کہا کریں:

''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ
وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ نَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ

الْعَافِیَةَ۔"

یہ حدیث مسلم شریف میں موجود ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے، نبی اکرم ﷺ کا گزر مدینہ کی قبروں پر ہوا تو آپ نے ان کی طرف رخ کر کے فرمایا:

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ، اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ۔

ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قبروں کی زیارت کا مقصد آخرت کی یاد اور مرنے والوں سے نیکی اور ان کے حق میں دعائے خیر اور ان کے لیے مغفرت کی طلب ہے نہ کچھ اور۔

اس کے برعکس قبروں کی زیارت مردوں سے دعا کے لیے، بیماری سے شفا کے لیے، حاجات براری کے لیے یا ان پر اعتکاف یا اللہ سے ان کی عزت وجاہ کا واسطہ دے کر کسی قسم کا سوال یہ سب چیزیں ناجائز اور بدعت ہیں جس کی اجازت نہ اللہ نے دی ہے نہ اس کے نبی نے اور نہ ایسا سلف صالح نے کیا ہے بلکہ یہ ان فضول چیزوں سے ہے جن سے رسول اکرم ﷺ نے انکار کیا ہے۔

"زُوْرُوا الْقُبُوْرَ وَلَا تَقُوْلُوْا ھُجْرًا۔"

پس یہ سب چیزیں بدعت ہیں اور کچھ صرف بدعت تک ہی محدود ہیں جیسے قبر والوں کی عز وجاہ کا واسطہ دے کر ان کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر اللہ

سے دعا۔

اور بعض شرک بلکہ شرک اکبر ہیں، جیسے مردوں سے مدد کا سوال، ان سے فریاد وغیرہ جن کی تفصیلات ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

پس اللہ سے مانگو کہ وہ سب کو راہ راست پر چلائے اور دین حق کی طرف رہنمائی فرمائے کہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ ساز اور ہدایت دینے والا نہیں ہے۔

یہ آخری بات ہے جو اس سلسلہ میں ہم عرض کرنا چاہتے تھے اور اللہ ہی کے لیے سب تعریف اول بھی اور آخر بھی۔

وصلی اللہ علی عبدہ ورسولہ وخیرتہ من خلقہ محمد وعلی الہ واصحابہ ومن تبعہم باحسان الی یوم الدین۔

عائشہ مصطفیٰ

شناختی کارڈ نمبر 35201-2256202-2

شناختی علامت داہنی کلائی پر تل

جنس عورت - غلام مصطفیٰ چوہان

مکان نمبر 3 گلی محلہ ...

اہل حدیث کی دعوت

- اہل حدیث کی دعوت ''توحید رب العالمین'' کی دعوت ہے۔ اس لئے کہ یہ اسی توحید کی دعوت دیتے ہیں جس کے لیے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت ہوئی اور تمام صحف سماویہ کا نزول ہوا۔
- اہل حدیث کی دعوت اتباع سنت کی دعوت ہے۔ اس لئے زندگی کے تمام معاملات میں اور بالخصوص عبادات میں حتی الامکان سنت مطہرہ کی پابندی کی کوشش کرتے ہیں۔
- اہل حدیث کی دعوت ایک ''سلفی دعوت ہے''۔ اس لئے کہ یہ اسلام کی اس پاک وصاف اور سادہ تعلیم کی طرف دعوت دیتے ہیں جو سلف صالحین نے امت کے سامنے پیش کی اور جو ہر قسم کی بدعات اور رسوم سے پاک اور منزہ تھی۔
- اہل حدیث کی دعوت ایک ''حقیقی تصوف'' کی دعوت ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک تزکیہ نفس، طہارت قلب اور حق سبحانہ تعالیٰ کی محبت تمام معتقدات اور اعمال صالحہ کی بنیاد ہے۔
- اہل حدیث کی دعوت ایک ''سیاسی دعوت'' ہے۔ اس لئے کہ وہ حکومت سے اسلامی معاشرہ کی اصلاح، دینی تعلیم کے اجراء واستحکام اور اسلامی نظام حکومت کے قیام کا مطالبہ اور اس کے لئے کوشش اور جدوجہد کرتے ہیں، اور بیرون ملک اور دوسرے اسلامی ممالک کے مسلمانوں کے ساتھ اخوت اسلامی کے رابطہ کو مستحکم بنانے کیلئے ساعی اور کوشاں ہیں۔
- آیئے۔ توحید وسنت کی بالادستی کے لیے حرمت رسول ﷺ کے تحفظ کے لیئے پاکستان کی سالمیت اور استحکام کے لیئے اسلامی اقدار کی پاسبانی کے لیئے تمام مذہبی، دینی لسانی، علاقائی اور گروہی تعصبات کے خاتمے کے لیے۔ ہمارے قدم بہ قدم چلیں۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث

106 راوی روڈ لاہور

Ph: 042 - 7729933 - 7720556 Fax:7725525